ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے

’’اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ---۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر آئے ہیں نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بناویں۔ ہماری کتاب بجز قرآن کریم نہیں اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ نہیں ہے‘‘۔ (الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

پیغام الٰہی

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی ہو جاؤ''۔(البقرہ آیت 33)

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور قریبیوں کے ساتھ بھی اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس والے ساتھی اور مسافر اور ان کے ساتھ بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے اللہ اسے پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والا فخر کرنے والا ہے''۔(النساء آیت 36)

''بڑی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے مُونہوں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو، لیکن بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اس کی محبت کے لئے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو اور غلام آزاد کرنے میں مال دے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اپنے اقرار کو پورا کرنے والے جب وہ اقرار کریں۔ اور صبر کرنے والے تنگی اور تکلیف میں اور مقابلہ کے وقت۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی متقی ہیں''۔(البقرہ آیت 177)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو۔ اور (نہ) اپنی امانتوں میں خیانت کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔ اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ کے ہاں بھاری اجر ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کا تقویٰ کرو تو وہ تمہارے لئے (حق و باطل میں) فرق کر دے گا اور تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے گا اور تمہاری حفاظت کرے گا اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے''۔(الانفال آیت 27 تا 29)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ کا تقویٰ کرو، اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ نے اُن سے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ اور وہ جنہوں نے انکار کیا اور ہماری باتوں کو جھٹلایا، وہی دوزخ والے ہیں''۔(المائدہ آیت 8 تا 10)

☆☆☆☆

جواھر ریزے

حضرت ابو مالکؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پاک رہنا ایمان کا ایک نصف ہے''۔(مشکوٰۃ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی وضو ہے''۔(مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''حکمت کی بات مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔پس جہاں وہ پائے تو وہ اس کے لینے کا زیادہ حق دار ہے''۔(ترمذی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''نماز باجماعت اکیلے کی نماز پر ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے''(بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے کوئی جب نماز پڑھے تو وہ اپنے رب سے راز کی باتیں کرتا ہے''۔(بخاری)

حضرت ابو جعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو شخص تین جمعوں کو سستی کی وجہ سے ترک کرے،اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگادے گا''۔(مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:''ہمارا رب برکتوں والا اور بلند ہر رات کو قریب کے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے جب رات کی آخری تہائی رہ جاتی ہے فرماتا ہے:کون مجھ سے دعا مانگتا ہے کہ میں اسے قبول کروں؟ کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اسے دوں؟ کون مجھ سے بخشش مانگتا ہے کہ میں اسے بخشوں''۔(بخاری)

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے''۔لوگوں نے عرض کیا:''اے اللہ کے نبی! جس کے پاس مال نہ ہو؟ فرمایا:''اپنے ہاتھ سے مزدوری کرے،اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی دے''۔انہوں نے عرض کیا:اگر یہ نہ ملے؟ فرمایا:''تو حاجتمند مصیبت زدہ کی امداد کرے''۔انہوں نے عرض کیا:اگر(یہ بھی)نہ ہو سکے؟ فرمایا:''نیک کام کرے اور برائی سے بچا رہے،یہی اس کے لئے صدقہ ہے''۔(بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ''تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دے یہ(بھی)صدقہ ہے''۔(بخاری)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر نیکی صدقہ ہے اور نیکیوں میں سے یہ ہے کہ اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی سے ملے اور کہ اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالے''۔(مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''بیوہ اور محتاج کے لئے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس کی طرح جو رات کو عبادت کے لئے جاگتا اور دن کو روزہ رکھتا ہو''۔(بخاری)

☆☆☆☆

ہر دین و دنیا کے کام کے لئے خدا سے طاقت و توفیق مانگو

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود و مجدد صد چہاردہم

چاہیے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے۔لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہیے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اترتی ہے۔تم راستباز اس وقت بنو گے جب کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔تب روح القدس تمہاری مدد کرے گی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائے گی۔اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں۔یہاں تک کہ طاقت مانگنے کے لئے وہ منہ سے انشاءاللہ بھی نہیں نکالتے اُن کے پیرو مت بن جاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں۔ نہیں بلکہ یک دفعہ گریں گی اور احتمال ہے کہ ان سے کئی خون بھی ہو جائیں۔اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں حالانکہ وہ اس خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے۔خدا کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خواہش مند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کے رُو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات میں ہی مرتا اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے اور کبھی اس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامُراد رکھا جاتا ہے۔مگر موخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیسا کہ پہلا۔کیونکہ پہلے امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے۔ بہرحال یہ دونوں فریق مغضوب علیہم ہیں۔سچی خوش حالی کا سرچشمہ خدا ہے۔پس جب کہ اس حیّ و قیوم خدا سے یہ لوگ بے خبر ہیں۔بلکہ لاپرواہیں اور اس سے منہ پھیر رہے ہیں۔تو سچی خوشحالی ان کو کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔مبارک ہو اس انسان کو جو اس راز کو سمجھ لے۔اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو نہیں سمجھا۔اسی طرح تمہیں چاہیے کہ اس دنیا کے فلسفوں کی پیروی مت کرو اور ان کو عزت کی نگاہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیاں ہیں۔سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنی کلام میں سکھلایا ہے۔ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اس دنیوی فلسفہ کے عاشق ہیں اور کامیاب ہیں وہ لوگ جنہوں نے سچے علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈا۔نادانی کی راہیں کیوں اختیار کرتے ہو۔کیا تم خدا کو وہ باتیں سکھلاؤ گے جو اُسے معلوم نہیں۔کیا تم اندھوں کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہیں راہ دکھلا دیں۔اے نادانو! وہ جو خود اندھا ہے وہ تمہیں کیا راہ دکھائے گا بلکہ سچا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیروں کی رسائی نہیں۔اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اسے

پاؤ گے۔تب سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے وہ جو خود اندھا ہے وہ کیونکر تمہیں دکھاوے گا۔ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے پس تم زمینی لوگوں سے کیا ڈھونڈتے ہو۔جن کی روحیں آسمان کی طرف جاتی ہیں وہی حکمت کے وارث ہیں۔ جن کو خود تسلی نہیں وہ کیونکر تمہیں تسلی دے سکتے ہیں۔مگر پہلے دل کی پاکیزگی ضروری ہے پہلے صدق وصفا ضروری ہے۔پھر بعد اس کے یہ سب کچھ تمہیں ملے گا۔۔۔۔۔۔پس تم خدمت اور عبادت میں لگے رہو۔تمہاری تمام کوشش اسی میں مصروف ہونی چاہیے کہ تم خدا کے تمام احکام کے پابند ہو جاؤ اور یقین میں ترقی چاہو۔نجات کے لئے،نہ الہام نمائی کے لئے قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بکلی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمہ نجات سے بے نصیب ہے۔تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ صرف بدنظری اور شہوت کے خیال سے نامحرم عورتوں کو مت دیکھو اور بجز اس کے دیکھنا حلال۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکھ نہ بدنظری سے اور نہ نیک نظر سے کہ یہ سب تمہارے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے بلکہ چاہیے کہ نامحرم کے مقابلہ کے وقت تیری آنکھ خوابیدہ رہے۔ تجھے اس کی صورت کی کچھ بھی خبر نہ ہو۔مگر اسی قدر جیسا کہ ایک دھندلی نظر سے ابتدا نزول الماء میں انسان دیکھتا ہے قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اتنی شراب مت پیو کہ مست ہو جاؤ۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی ورنہ تجھے خدا کی راہ نہیں ملے گی اور خدا تجھ سے ہم کلام نہیں ہوگا۔اور نہ پلیدیوں سے پاک کرے گا اور وہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کی ایجاد ہے تم اس سے بچو قرآن تمہیں انجیل کی طرح فقط یہ نہیں کہتا کہ اپنے بھائی پر بے سبب غصہ مت ہو۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے ہی غصہ کو تھام بلکہ تواصو ابالمرحمة (البلد:۱۸) پر عمل بھی کر اور دوسروں کو بھی کہتا رہ کہ ایسا کریں اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کے لئے اپنے تمام بھائیوں کو وصیت بھی کر۔۔۔اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کھا۔ بلکہ بے ہودہ قسموں سے تمہیں روکتا ہے کیونکہ بعض صورتوں میں قسم فیصلہ کے لئے ایک ذریعہ ہے اور خدا کسی ذریعہ ثبوت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔کیونکہ اس سے اس کی حکمت تلف ہوتی ہے۔یہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی انسان ایک متنازعہ فیہ امر میں گواہی نہ دے تب فیصلہ کے لئے خدائی گواہی کی ضرورت ہے اور قسم خدا کو گواہ ٹھہرانا ہے اور قرآن تمہیں انجیل کو طرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جگہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ وہ کہتا ہے جزؤ اسیئةِ سیئۃُ مثلھا فمن عفا و اصلح فاجرہ' علی اللّٰہ (الشوریٰ:۴۱) یعنی بدی کا بدلہ اسی قدر بدی ہے جو کی گئی۔لیکن جو شخص عفو کرے،اور گناہ بخشدے اور اس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی تو خدا اس سے راضی ہے اور اسے اس کا بدلہ دے گا۔پس قرآن کے رُو سے نہ ہر ایک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہر ایک جگہ عفو قابل تعریف ہے بلکہ محل شناسی کرنی چاہیے اور چاہیے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بپاندی محل اور مصلحت ہو نہ بے قیدی کے رنگ میں یہی قرآن کا مطلب ہے اور قرآن انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہیے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی بھی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کے لئے عام ہو۔مگر جو تیرے خدا کا دشمن،تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے وہی تیرا دشمن ہوگا۔سو تو ایسوں کو بھی دعوت اور دعا سے محروم نہ رکھ اور چاہیے کہ تو ان کے اعمال سے دشمنی رکھے نہ ان کی ذات سے اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائیں۔۔۔۔(کشتی نوح ص 32 تا 42)

دعائیہ کے موقع پر

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام

’اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

’’سب تعریف اللہ کے لئے ہے (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تُو نے انعام کیا نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے‘‘ (سورۃ الفاتحہ)

اللہ تعالیٰ کے پاک کلام سے اس پیغام کا آغاز کرتے ہوئے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں اس دعائیہ کو منعقد کرنے اور اس میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ سورۃ الفاتحہ میں ہم دن میں کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) اسی دعا کو ہم اس دعائیہ پر دل کی گہرائیوں سے اللہ کے حضور پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان دنوں عبادت اور دعاؤں کی طرف خاص توفیق عطا فرمائے اور ہماری خصوصی مدد فرمائے اور ہمیں ان دنوں اور آنے والی زندگی میں اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں دعائیہ میں پیش کیے گئے خیالات اور جو نصائح ہم سنیں ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر یہ دعائیہ ہماری زندگیوں میں تبدیلی لے آئے تو ہم اس کو کامیاب قرار دیں گے اور جو وقت اپنی زندگیوں میں سے نکال کر ہم خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں وہ ہم پالیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس دعائیہ کا مقصد جو امام الزماں حضرت مسیح موعود و مہدی معہود و مجدد صد چہار دہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے رکھا اس کو ہم پالیں۔

ہمیں حضرت مسیح موعود نے جلسہ کے متعلق جو نصائح بیان فرمائی ہیں اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ آپؑ نے فرمایا:

’’اس جلسہ میں جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے۔ ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ کاموں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے اور اسی کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی اور مکرّر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔‘‘ آمین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عبادات اور مناجات کی توفیق عطا فرمائے اور ان دعاؤں کو قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں کامیاب زندگی عطا فرمائے جس کی بنیاد ہم قرآن و سنت کی روشنی پر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جماعت کی خدمت کرنے والے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے اور اسلام کی خدمت کرنے والے جذبہ سے لبریز فرمائے اور ہمیں اپنی حفاظت میں ہمیشہ کے لئے رکھے۔ آمین

درود شریف کی اہمیت

درسِ قرآن کریم بمقام جامع ملتان اور تقریر جامع دارالسلام بسلسلہ تقریبات میلاد النبیؐ مورخہ 7 نومبر و10 نومبر 2019ء

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات

ترجمہ: ''یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کے اوپر سلامتی بھیجتے ہیں۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر سلامتی بھیجو اور دُرود بھیجو''۔

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 56 تلاوت کی گئی ہے اور اس کا ترجمہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج ہم ماہ ربیع الاوّل میں ایک مرتبہ پھر یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ سورۃ الاحزاب کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جہاں خود اور اُس کے ساتھ فرشتوں کے درود بھیجنے کا ذکر فرمایا تو وہاں ایمان لانے والوں کو بھی درود بھیجنے کا حکم دیا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تمام لوگ جو یہاں موجود ہیں وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود بھیجیں۔

(سب حاضرین نے با آواز بلند نبیؐ پر درود بھیجا)

درود شریف اور درد دونوں ایک ہی مادہ یعنی ''د۔ر۔د'' سے اخذ ہیں۔ اس لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے وقت اس درد کو محسوس کریں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے دوران برداشت کیا۔ اگر آپؐ ان تکالیف کو برداشت نہ کرتے تو آج ہم بھی (نعوذ باللہ) کفر اور شرک میں مبتلا ہوتے۔

جب درود شریف پڑھا جاتا ہے تو اس میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر بھی آتا ہے اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکالیف کے معاملے میں حضرت ابراہیمؑ سے مماثلت ہے کہ کس طرح آپؑ نے دین کی راہ میں تکالیف برداشت کیں یہاں تک کہ آپ کو آگ میں ڈالا گیا۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جو درد، تکالیف، اللہ کا پیغام اور ہدایت پہنچانے کے لئے برداشت کرنی پڑیں وہ بھی کسی آگ میں جلنے سے کم نہ تھیں اور اللہ نے دونوں کو حفاظت سے رکھا اور دونوں کو اپنا پیغام وحدانیت پہنچانے میں کامیابی عطا فرمائی۔ ان تکالیف کو جو آپؐ نے پیدائش سے لے کر اپنی رحلت تک برداشت کیں اُن کو ذہن میں رکھ کر درود شریف کا ورد کیا کریں۔

جب آپؐ کی پیدائش ہوئی تو آپؐ کی والدہ ماجدہ کو جس درد اور تکلیف سے گزرنا پڑا کہ اس بچے کا باپ اس کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پاچکا تھا۔ اس درد کو جس میں سے ماں گزرتی ہے بچہ بھی اس کو محسوس کرتا ہے۔ اس درد کا احساس ذہن میں رکھتے ہوئے آپؐ پر درود بھیجیں۔ پھر اُس کو محسوس کریں کہ جب آپؐ کی والدہ نے آپؐ کو پہلی مرتبہ گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے دیکھا اور پھر آپؐ کے والد ماجد کو ذہن میں لائیں کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو کس قدر خوشی محسوس کرتے۔ اس درد کو بھی محسوس کرتے ہوئے ہمیں درود شریف بھیجنا چاہیے۔

پھر آپ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ چھ سال کے عرصہ کے بعد آپؐ کی والدہ ماجدہ وفات پا جاتی ہیں اور آپؐ یتیمی کی حالت میں آجاتے ہیں۔ اور اس حالت سے لے کر نبوت ملنے تک جو تکالیف اور مصائب آپؐ کو درپیش رہیں اُن کو ذہن میں رکھیے اور پھر نبوت کے بعد آپؐ کو پتھر مارے گئے، آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، آپؐ پر گندگی پھینکی گئی، آپؐ کے ساتھیوں کو بے دردی سے شہید کیا گیا، آپؐ کے دندانِ مبارک شہید کیے گئے، آپؐ کو

ہجرت کرنی پڑی، آپؐ کے خلاف جنگیں ہوئیں، آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا گیا، ان تمام تکالیف کو مدنظر رکھتے ہوئے درود شریف کا ورد کرنا چاہیے۔

درود شریف کا ورد گن گن کر نہ کیا جائے بلکہ اس کو روحانی غذا سمجھ کر اور دل کی صفائی کی غرض سے پڑھنا چاہیے اور جتنا ممکن ہو اسی قدر ورد کرنا چاہیے۔ درود شریف پڑھتے وقت آنحضرت صلعم کو محسن انسانیت سمجھیں۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے سورۃ الفاتحہ کی تشریح میں فرمایا ہے کہ اس سورۃ کی تلاوت اللہ تعالیٰ کی تمام صفات، عنایات اور احسانات کو ذہن میں رکھ کر کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان حضرت محمد صلعم کی بعثت ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت قائم ہوئی۔ اس لیے جہاں ہم رسول کریم صلعم کے برداشت کیے ہوئے درد کو ذہن میں محسوس کرتے ہوئے درود پڑھیں وہاں ان کے احسانات کو بھی ذہن میں رکھیں۔

نبوت دعاؤں سے نہیں ملتی:

آنحضرت صلعم نے غار حرا میں نبوت سے قبل جو عبادتیں کیں ان عبادات میں نہ اندھیرے کی پرواہ، نہ سانپ اور بچھو وغیرہ کا خوف، بس ایک ہی لگن تھی جو انسانیت کی بہتری اور ہدایت تھی اور نہ جانے کیا کیا اور کس کس انداز اور کن کن الفاظ میں آپؐ نے دعائیں کی ہوں گی۔ آپؐ کو ایک ہی فکر تھی کہ کسی نہ کسی طرح پوری انسانیت خدا کو پہچاننے والی بن جائے۔

جب آپؐ چالیس برس کے ہوئے تو آپؐ کو نبوت عطا ہوئی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ آپؐ نے نبوت کے لئے دعائیں نہیں کیں جیسے کہ آج کے زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو احمدیوں میں سے جو جماعت نعوذ باللہ نبی مانتی ہے کا عقیدہ ہے کہ صراط الذین انعمت علیھم کی دُعا مانگنے سے آپؑ کو (نعوذ باللہ) نبوت ملی۔ اگر دعائیں مانگنے سے نبوت ملتی تو آپؐ یہ خوشخبری حضرت خدیجہؓ کو سنانے کے لئے خوشی خوشی گھر لوٹتے کہ میری نبوت کی غرض سے کی ہوئی تمام دعائیں قبول ہوگئیں ہیں۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ آپؐ پر جب وحی نبوت نازل ہوئی تو آپؐ پر لرزہ طاری ہو گیا اور گھر جاتے ہی حضرت خدیجہؓ سے فرمایا زَمِّلُوْنِی ، زَمِّلُوْنِی (مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو)۔ خوف کی حالت طاری تھی، یہ خوف کسی ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ اس احساس کی وجہ سے تھا کہ کیا آپؐ اتنا بڑا رسالت کا بوجھ برداشت کر سکیں گے؟ کیا وہ اللہ کے پیغام کو بااثر طریقہ سے لوگوں تک پہنچا سکیں گے؟ اس احساس کا اندازہ قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

''تُو کیا اپنی جان کو ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر دے گا اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں'' (سورۃ الکھف آیت نمبر 6)

یہ بہت بڑا فرض تھا جو آپؐ کے کاندھوں پر ڈالا گیا (اور ہم نے تیرے ذکر کو تیرے لئے بلند کیا) مگر اللہ تعالیٰ کو آپؐ کی اس کیفیت کا علم تھا اس لئے وحی قرآن کے ذریعہ متعدد مرتبہ آپؐ کو کامیابی کی تسلی بھی ملتی رہی مثلاً فرمایا ''ورفعنا لک ذکرک'' (نشرح آیت 3)، ''ما انزلنا علیک القرآن لتشقی'' (ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اُتارا کہ تو ناکام رہے'' (طٰہٰ آیت 2)، ''انا شانئک ھو الابتر'' (جو تیرا دشمن ہے اس کا نام لیوا کوئی نہ رہے گا)۔ (سورۃ الکوثر آیت 3)

آپؐ کے احسانات کا بدلہ کیسے لوٹایا جاسکتا ہے؟

ہم کون سا ایسا عمل کر سکتے ہیں کہ آپؐ کے احسانات کا بدلہ لوٹا سکیں تو اس کا بہترین ذریعہ آنحضرت صلعم پر درود بھیجنا ہے۔ درود شریف کے معنی سے ہمیں خوب آشنا ہونا چاہیے تاکہ ہم اُس احساس کو جو درود بھیجنے کے ساتھ وابستہ ہے اُسے محسوس کر سکیں۔ ان معنی کو ذہن میں رکھ کر درود بھیجیں۔

''اے اللہ رحمت (سلامتی) بھیج محمدؐ پر اور آپؐ کی آل پر جیسا کہ تو نے رحمت (سلامتی) بھیجی ابراہیمؑ پر اور اُن کی آل پر،

بے شک تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔ اے اللہ برکت نازل فرما محمدؐ پر اور آپؐ کی آل پر جیسا تو نے برکت فرمائی ابراہیمؑ پر اور اُن کی آل پر۔ بے شک تو تعریف کے لائق برکت والا ہے''۔

درود شریف میں آپؐ کی سلامتی اور برکت کی پیشگوئی ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو کامیابی سے نہ نوازے۔ درود شریف میں آل محمد صلعم پر بھی درود بھیجنے کا ذکر آتا ہے۔ اسی طرح یہ قانون آپؐ کی آل (اُمت) پر بھی لاگو ہوتا ہے کہ وہ بھی کامیابی سے نوازی جائے گی۔ یہ سلامتی کی ہی علامت تھی کہ آپؐ کبھی ناکام نہیں ہوئے اور آپؐ پر کبھی ڈر حاوی نہیں ہوا چاہے وہ جنگ حنین ہو جہاں آپؐ تن تنہا اور علی الاعلان بار بار فرماتے تھے **انا النبی لا کذب انا ابن عبدا لمطلب** یعنی ''میں نبی ہوں اس میں بالکل جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں'' (بخاری کتاب المغازی حدیث **4361**) پھر اسی طرح جب آپؐ نے غار ثور میں پناہ لی اور دشمن سر پر تھے تو آپؐ نے اپنے ساتھی (حضرت ابوبکر صدیقؓ) کو اللہ کے حکم سے تسلی دیتے ہوئے فرمایا **لا تحزن انا اللّٰہ معنا** ''غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے'' (سورۃ التوبہ آیت **40**) یہ اصول آج بھی اللہ کی راہ میں تبلیغ کرنے والوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

یاد رہے درود شریف قرآنی احکامات میں سے ایک حکم ہے اور حضرت اقدسؑ نے احکامات قرآن کے متعلق کشتی نوح میں فرمایا ہے کہ:

''جو شخص قرآن کے سات سو(**700**) احکام میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے'' (کشتی نوح صفحہ **24** ایڈیشن اوّل)

اگر ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور قرآن پر مکمل ایمان رکھتے ہوئے بھی عمل نہ کریں تو ہمارا ایمان بھی بے معنی بن جاتا ہے جس طرح قرآن میں سات سو(**700**) احکامات کا ذکر ہے اسی طرح یہودیوں کے صحیفوں میں بھی 634 احکامات درج ہیں۔ مسلمانوں کے لئے زائد احکامات اس لئے رکھے گئے کیونکہ انہوں نے ایک عظیم قوم بننا تھا۔ جتنا عظیم درجہ پانا ہوتا ہے اتنی ہی زیادہ مشقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہم غور کریں تو انسان کے بچے کی پرورش کے لئے ماں باپ اور قریبیوں کی محنت درکار رہتی ہے جو جانوروں کے بچوں میں درکار نہیں ہوتی۔ مثلاً مرغی کا بچہ پیدا ہوتے ہی چوگ چگنے لگتا ہے لیکن انسان کا بچہ بے بس ہوتا ہے، نہ خوراک تلاش کرسکتا ہے، نہ کروٹ بدل سکتا ہے اور نہ کوئی ضروریات زندگی بغیر مدد کے حاصل کرسکتا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اُسے اشرف المخلوقات بننا ہے اور اُسے دنیاوی اور روحانی مراحل حاصل کرنے ہیں۔ مسلمانوں کو ایک عظیم قوم اور خدا کی خوشنودی اور رضا حاصل کرتے ہوئے متقی بننا تھا اس لئے ان کے لئے مشکلات برداشت کرنا ضروری ٹھہرایا گیا۔ اور قرآن کے احکامات جو بتدریج 23 سال میں نازل ہوئے ان پر عمل پیرا ہونا پڑا۔ ہمیں بھی قرآن کی رُو سے **و آخرین منھم** ''اور ان میں سے اوروں کو بھی'' (سورۃ الجمعہ آیت **3**) کا درجہ حاصل کرنا ہے اس لئے ہمیں بھی قرآن پر عمل کرنے کی پوری مشق کامیابی سے کرنا ہے تاکہ ہم بھی صحابہؓ کے نمونہ پر چل سکیں اور ہمارے لئے بھی صحابہؓ کی طرح روحانی ترقی کرنا ممکن ہو جائے۔

درود کا اثر قلوب پر ہوتا ہے:

رسول کریم صلعم پر درود بھیجنے سے آپؐ کو کوئی ذاتی فائدہ نہیں آپؐ ایک روشن آئینہ کی مانند ہیں جس پر جو روشنی بھی پڑے گی وہ واپس لوٹ کر آئے گی۔ اسی طرح آپؐ پر درود ایک روشنی کی مانند ہے جو پھر بھیجنے والے کے قلب پر لوٹ کر اترتے ہوئے اُسے صاف اور محبت رسولؐ سے لبریز کر دیتی ہے۔

کسی فرد کا درود شریف بھیجنے کا معیار نبی کریم صلعم سے محبت کی علامت ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک رات اتنی کثرت کے ساتھ آپؐ پر درود بھیجا کہ آپؐ کو خواب میں دکھایا گیا جسے آپؑ نے ''براہین احمدیہ'' میں یوں تحریر کیا:

''ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہوگیا اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال (صاف شفاف پانی) کی شکل پر نور کی مشقیں (فرشتے) اس عاجز کے مکان میں لیے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں''۔

حضرت مسیح موعودؑ کی حضرت محمد صلعم پر درود بھیجنے میں مداومت اور آپؑ کی تحریرات عشقِ رسول کی عکاسی کرتی ہیں:

حضرت مسیح موعودؑ کی محبت آنحضرت صلعم کے ساتھ آپؑ کی کتب، تحریرات، اشعار، روزمرہ کی گفتگو میں نمایاں ہیں۔

جیسا کہ آپؑ کی نظم جس کے منتخب اشعار رسول کریم صلعم کے ساتھ اشد محبت اور عقیدت کے عکاسی ہیں:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب امیں ہے اس کی ثناء یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

قرآن کے ترجمہ کو سیکھنے کی اہمیت:

دو تین دن پہلے میں نے جامع ملتان میں مشاہدہ کیا کہ وہاں پر نوجوان حافظ صاحب جو بچوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے وہ شروع سے ہی بچوں کو ترجمہ کے ساتھ قرآن پڑھا رہے تھے۔ اس طریقہ سے میں بہت متاثر ہوا۔ اگر ہم قرآن کے معنی ہی نہیں سمجھیں گے تو اس پر عمل پیرا کیسے ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جو بھی ذکر کرے درود شریف پڑھے یا جب نماز پڑھے تو اس کے معنی سے آگاہی رکھتے ہوئے ادا کرے۔

درود شریف کو پڑھتے ہوئے یہ خیال رہنا چاہیے کہ آنحضرت صلعم پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیج رہے ہیں اور اس عظیم محفل میں ہمارے جیسے کمزور لوگ بھی شامل ہیں اور یوں جہاں پر اللہ اور اس کے فرشتے حاضر ہیں وہاں ہم بھی روحانی طور پر موجود ہیں۔ جتنا زیادہ اس کو پڑھیں گے اتنا ہی دل کی صفائی ہوگی۔ اور صاف دلوں میں اللہ تعالیٰ کا بسیرا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ **فاذ کرونی اذکر کم** (پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ سورۃ البقرہ آیت 152) درود شریف پڑھتے رہنا بھی ذکر الٰہی کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

حضرت اقدسؑ کا عاشق رسول ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؑ نے اپنی شرائط بیعت میں رسولؐ پر درود بھیجنے میں مداومت اختیار کرنے کو شامل فرمایا ہے''۔ اگر نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ نبی کریم صلعم کے بعد دعویٰ نبوت کرتے تو اُن کو کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ وہ اپنی بیعت میں درود شریف کو اختیار کرنے کی تلقین کرتے۔

عیدِ میلاد منانے کا تاریخی پسِ منظر:

اگر ہم عید میلاد منانے کی تاریخ پر غور کریں تو یہ احمدی بزرگوں نے شروع کروائی تھی تا کہ رسول کریم صلعم کی حیاتِ مبارکہ کی یاد دہانی ہوتی رہے اور اس طرح آپؐ کے پاک نمونہ پر عمل بھی کیا جائے اور آپؐ سے محبت کو فروغ بھی دیا جائے۔ اُس وقت تمام علماء نے اِسے احمدیوں کی بدعت قرار دیا کہ انہوں نے رسول کریم صلعم کی ولادت کو بھی منانا شروع کر دیا ہے۔ لیکن آج کل بدعت جس کو ہم سمجھتے ہیں اس کا بھرپور نمونہ وہ خود قائم کر رہے ہیں۔ ہمیں صرف اتنا نمونہ اختیار کرنا ہے کہ اس دن اور ہمیشہ ہمیں درود شریف رسول کریم صلعم پر بھیجتے رہنا چاہیے اور اُن کے پاک نمونہ پر عمل پیرا رہنا چاہیے۔

ہماری جماعت کے بزرگوں کا یہی عمل رہا اور خاص طور پر حضرت مولانا صدرالدینؒ نے نماز جمعہ کے خطبہ ثانی میں درود شریف کو بلند آواز میں پڑھنے کی نصیحت فرمائی۔ درود کا پڑھنا اپنے دماغ میں یوں قائم رکھیں جیسے مثال دی جاتی ہے کہ گاؤں کی عورتیں اپنے سر کے اوپر پانی کا مٹکا رکھتے ہوئے ساتھ ساتھ

باتیں بھی کر رہی ہوتی ہے لیکن دھیان مٹکے کی طرف ہی رہتا ہے کہ اس پانی کے مٹکے کو ہم نے گرنے نہیں دینا۔ اسی طرح ہم نے درود شریف کا خیال بھی اپنے دماغ میں رکھتے ہوئے درود کا ورد جاری رکھنا چاہیے اور کام میں بھی لگے رہنا چاہیے۔ درد کو ذہن میں لاتے ہی آنکھیں اشک بار ہو جائیں تو درود کا حق ادا ہوتا ہے۔ ہماری آنکھوں میں آنسو آ جائیں کہ یہ درود ہم اس انسان پر بھیج رہے ہیں جس نے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا۔

دُعا:

اللہ تعالیٰ ہمارے دل اپنی محبت اور قرآن کریم اور دین کی محبت سے سرشار فرمائے۔

آئیں دُعا درود شریف سے شروع کرتے ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جو دعا درود شریف سے شروع نہ کی جائے وہ زمین اور آسمان کے درمیان لٹکی رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ رسول کریمؐ، خاتم النبیینؐ پر اتنے درود پہنچیں کہ جب سے یہ دنیا اور کائنات بنی اور جب تک ختم ہو اس میں تمام ذرات سے بڑھ کر درود بھیجے جائیں۔ یا رب العالمین تو ہماری اس کوشش کو بھی قبولیت عطا فرما اور ہمارے نبی کریم صلعم کی عزت اور ناموس اس دنیا میں اور آخرت میں قائم رکھ، تو اس دین کی طرف لوگوں کو متوجہ کر اور جو اُن کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں ان کو ہدایت عطا فرما۔ یا رب العالمین تو ہمیں اپنے رسولؐ کے نمونہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں اس سے دور نہ ہونے دے، یا رب العالمین ہم تجھ سے بار بار دعا کرتے ہیں کہ یہ جماعت جو رسول کریم صلعم کی محبت پر قائم کی گئی اس کو تو ہمیشہ قائم رکھ۔ اور اسے حفاظت عطا فرما اور اس پر لگے فتوے دور فرما اور اسی سے دین کو پھیلانے میں ہماری مدد فرما۔ آمین

☆☆☆☆

جو نُور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا وہ اور کسی کو نہیں ملا

وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی وسماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں۔ جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی اُن لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں ---اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی، نبی امیؐ، صادق مصدوق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔

(آئینہ کمالات اسلام)

☆☆☆☆

خلیفۃ المسیح حضرت مولانا نورالدینؒ کی احباب لاہور کے بارے رائے

(ایک تقریر) بمقام احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

کیا کوئی خلافت کے کام میں روک ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے اور وہ میرے دوست کہلاتے ہیں اور میرے دوست ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ خلافت کے کام میں روک لاہور کے لوگ ڈالتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم اور حدیث کو اُستاد سے پڑھا ہے اور میں دل سے انہیں مانتا ہوں۔ میرے دل میں قرآن و حدیث صحیح کی محبت بھری ہوئی ہے۔ سیرتؐ کی کتابیں ہزاروں روپیہ خرچ کر کے لیتا ہوں۔ ان کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے اور یہی میرا ایمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

لاہور میرا گھر نہیں۔ میرا گھر بھیرہ میں تھا یا اب قادیان میں ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لاہور کا کوئی آدمی نہ میرے امر خلافت میں روک بنا ہے نہ بن سکتا ہے۔ پس تم ان پر بدظنی نہ کرو۔

قرآن مجید میں ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمان (بد) کرنے سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے'' (12:49) اللہ تعالیٰ نے یہی تعلیم دی ہے۔ بدظنی سے ہٹ جاؤ، یہ بدکار کردے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدظن بڑا جھوٹا ہوتا ہے۔ پس تم بدظنی نہ کرو۔ اب بھی میرے ہاتھ میں ایک رُقعہ ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ لاہور کی جماعت خلافت میں روک ہے۔ میں ایسا اعتراض کرنے والوں کو کہتا ہوں کہ یہ بدظنی ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ تم پہلے ان جیسے اپنے آپ کو مخلص بناؤ۔ لاہور کے لوگ مخلص ہیں۔ حضرت صاحب سے انہیں محبت ہے۔ غلطی انسان کا کام ہے۔ اس سے ہو جاتی ہے۔ ان سے بھی غلطی ہوتی ہے۔ یہ جدّی بات ہے۔ مگر ان لوگوں نے جو کام کئے ہیں تم بھی کر کے دکھاؤ۔

میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ جو لاہوریوں پر بدظن ہے کہ وہ خلافت میں روک ہیں۔ اسے یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بدظنی کرنے والے کو یہ سروپا ملتا ہے ''بدظن بڑا جھوٹا ہوتا ہے'' اور اللہ جلشانہٗ نے فرمایا: ''ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہو'' (12:49) وہاں سے اِثْمٌ کا خطاب ملتا ہے۔ بدظنی سے پھر غیبت نصیب ہوتی ہے اور اس کے متعلق فرمایا: ''ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہو'' (12:49) پس مخلصوں پر بدظنی کرتے ہو اور میرا دل دُکھاتے ہو۔ خدا سے ڈرو۔ تمہارے لئے میں دعائیں کرتا ہوں، ان سے محروم نہ بنو۔ اگر مان لیا ہے تو شکر کرو اور نہیں تو صبر کی دوا موجود ہے...... اگر کہو کہ لاہور کے لوگ خلافت میں روک ہیں، تو میرے مخلص دوستوں پر بدظنی ہوتی ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ جو شخص کسی پر بدظنی کرتا ہے، وہ نہیں مرتا جب تک اس میں مبتلا نہ ہو۔ میں سنتا ہوں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو۔ اختلاف انسان کی فطرت میں ہے۔ یہ ہٹ نہیں سکتا۔ مگر اس کو شغل نہ بناؤ۔ جس امر پر اللہ تعالیٰ نے تم کو جمع کیا ہے۔ اس وعدہ کے مرکز کو نہ چھوڑو۔

کبھی کبھی مجھے اِن حالتوں کو دیکھ کر بددعا کا جوش ہوتا ہے۔ مگر پھر رحم سے کام لیتا ہوں۔ توبہ کرلو۔ ہماری زندگی میں چھوڑ دو۔ اب بھی تمہارے رسائل میں غلطیاں ہوتی ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں غلطیاں ہوتی ہیں۔ مگر خدا نے چاہا ہے کہ خاموش رہوں۔ تم کیا ہستی رکھتے ہو کہ جو نہ میرے دربار سے اجازت ہوتی ہے، نہ خدا کی طرف سے تمہیں امر ہوتا ہے اور تم جرأت کرتے ہو۔ دیکھو، یاد رکھو! تمہاری کوئی جماعت نہ بنے گی۔ تم لکھ رکھو کہ کوئی ایسی جماعت نہ بنا سکو گے۔ پس میری بات کو یاد رکھو اور بدظنی چھوڑ دو۔ تفرقہ نہ کرو۔ حضرت صاحب نے جو فیصلہ جس امر میں کر دیا ہے، اس کے خلاف نہ کہو، نہ کرو۔ ورنہ احمدی نہ رہو گے۔ یہ خیال چھوڑ دو کہ لاہور کے لوگ خلافت کے امر میں روک ہیں۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو پھر خدا مسیلمہ کا سا معاملہ کرے گا۔ (اخبار الفضل میں شائع شدہ عبارتوں کے علاوہ منقول از اخبار ''بدر'' مورخہ 4، 11 جولائی 1912ء)

سالانہ جلسہ میں تنظیم جماعت کا عملی سبق

(از حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ)

ہمارے سالانہ جلسہ کی اہمیت تو اسی سے واضح ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود کے ارشاد پر اور آپ کے تعامل پر مبنی ہے۔ اس کی بنیاد حضرت مسیح موعود نے دعویٰ کے ساتھ ہی رکھی اور اس جماعت کے نظام میں اس کو خاص اہمیت دی۔ اسے روحانی فیوض کے علاوہ تبلیغ اسلام کی تجاویز سوچنے اور ان پر عمل پیرا ہونے اور علم دین حاصل کرنے کا خاص ذریعہ ٹھہرایا۔ سچ تو یہ ہے کہ جس قدر غور کیا جائے۔ اس کے فوائد ہی فوائد نظر آتے ہیں۔ انہی میں سے ایک فائدہ یہ ہے، جسے ہمیں اس اجتماع میں خاص طور پر مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس میں تنظیم جماعت کا عملی سبق بھی ہے۔

تنظیم جماعت کی سب سے پہلی ضرورت

تنظیم جماعت کی سب سے پہلی ضرورت اس کے افراد میں میل جول کا پیدا کرنا ہے اس کے بغیر کوئی تنظیم موثر نہیں ہوسکتی۔ اپنی اپنی جگہ پر جماعتوں کے اندر میل جول کا محدود دائرہ سالانہ جلسہ کے رنگ میں وسیع ہو کر ساری جماعت پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اور دور نزدیک کے بہت سے احباب اس موقعہ پر اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ اور یہاں پر ایک نئی قوت عمل لے کر پھر اپنے کام میں لگ جاتے ہیں۔ جس طرح پر ایک انسان اپنی قوت بدن کو بحال رکھنے کے لئے ایک مقررہ وقت پر غذا کا محتاج ہے اسی طرح جماعت کے نظام کا قیام بغیر اس کے نہیں رہ سکتا کہ ہم سال بھر میں ایک مقررہ وقت پر جمع ہو کر نئی روحانی غذا حاصل کریں۔

شامل نہ ہونے والے احباب کے عذر

اکثر احباب جو اس موقع پر شمولیت سے پیچھے رہ جاتے ہیں وہ دو عذروں کی وجہ سے رہ جاتے ہیں۔ اوّل خرچ اور دوسرے سفر کی تکلیف، جہاں تک خرچ کا سوال ہے ایک حد تک یہ بات درست بھی معلوم ہوتی ہے کہ بعض دوست فی الواقع کافی خرچ نہ ہونے کی وجہ سے معذور ہوتے ہیں۔ لیکن قریب قریب کی جماعتوں کے لئے یہ عذر صحیح نہیں۔ ایک طرف دہلی اور دوسری طرف پشاور کو میں قریب کی جماعتوں میں سے ہی سمجھتا ہوں۔ ہم دن رات اپنے دنیوی کاموں کے لئے لمبے سفر بھی کرتے رہتے ہیں۔ اگر سال میں ایک دفعہ دین کے لئے، خدا کی رضا کے لئے سفر کرنا پڑے تو اس کے لئے تھوڑے سے خرچ کو عذر بنانا درست نہیں۔ عموماً یہ عذر اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب یا تو ہمارا اپنا ارادہ کافی مضبوط نہیں ہوتا اور یا ہم اپنے سالانہ اجتماع کی اہمیت کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ہم میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس آیت کریمہ کا مصداق ہوں۔ تولوا واعینهم تفیض من الدمع حزناً الا یجدوا ماینفقون ۔یعنی جب ان کے لئے سواری کے خرچ کا انتظام نہ ہوسکا تو وہ پھر گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ ان کو خرچ نہیں ملتا کہ سفر کرسکیں۔ پس ایسے احباب تو عنداللہ معذور ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا عموماً قریب قریب کے رہنے والے یہ عذر نہیں کرسکتے ہاں سفر بہت لمبا ہو تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باری مقرر کر کے بعض احباب ایک سال آجائیں اور بعض دوسرے سال آجائیں لیکن بہت سے احباب ایسے ہیں جو محض سستی کرتے کرتے رہ جاتے ہیں اور اگر وہ مضبوط عزم کرلیں تو سامان ان کو میسر آسکتے ہیں"۔

دوسرا عذر سفر کی تکلیف ہے جس کو بالخصوص سردی کے موسم کی وجہ سے اہمیت دی جاتی ہے اس سے بڑا عذر ان لوگوں کا تھا جنھوں نے کہا تھا گرمی بہت ہے ہم نہیں نکل سکتے مگر اللہ تعالیٰ نے اس عذر کو قبول نہیں فرمایا۔ گرمی کے مقابل میں سردی کا عذر بہت کمزور ہے۔ سفر کی تکلیف کا عذر تو یہ کچھ بھی نہیں جس شخص کے دل کے اندر وہ ایمان پیدا نہیں ہوا جو خدا کے رستے میں تکلیف کو راحت بنا دے وہ حلاوت ایمان سے محروم ہے۔ زندہ ایمان خدا اور رسولؐ کی وہ محبت دل میں پیدا کر دیتا ہے کہ سفر کی تکلیفیں اس کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہیں بلکہ فی الواقع ان میں

لذت محسوس ہوتی ہے۔

ہمارے بزرگوں کا طرزِ عمل

جہاد بالسیف کے لئے تو ہمارے بزرگوں نے کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔ ان کو ہر ایک جانتا ہے لیکن وہ لوگ علم کے حصول کے لئے بھی تکلیف میں راحت پاتے تھے۔ ایک حدیث کی صحت معلوم کرنے کے لئے ایک ماہ کا سفر اور اس زمانہ کا سفر جس کے مقابل آج کا سفر آرام ہی آرام ہے۔ اور ملک عرب کا سفر، ان کے لئے معمولی کام تھا۔ مجھے حضرت مسیح موعود کا وہ ابتدائی زمانہ یاد ہے جب دو چار دوست ملتے تھے اور ہر ہفتے یا پندرھویں دن قادیان کا رخ کرتے تھے۔ رات کو بارہ بجے کے قریب بٹالہ اسٹیشن پر گاڑی پہنچتی تھی۔ وہاں سے کئی دفعہ اسی وقت پیدل چل پڑتے تھے اور صبح ۳ بجے کے قریب قادیان پہنچ کر جہاں جگہ ملی پڑے رہتے تھے اور اس میں راحت ہی راحت معلوم ہوتی تھی۔ سو اگر خدا اور رسول پر ایمان ہو تو یقیناً وہ محبت دل میں پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے تکلیف بھی راحت بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے لقد خلقا الانسان فی کبد۔ ہم نے انسان کو مشقت کے لئے پیدا کیا ہے۔ دنیا میں کامیاب وہی انسان ہوتا ہے جو مشقت کو کامیابی کا ذریعہ سمجھ کر اس میں راحت پاتا ہے پھر یہ سفر تو فی الحقیقت تبلیغ دین کے جہاد کا ایک حصہ ہے اور جہاد میں کیا کیا مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں جن کے سامنے ہماری اس مشقت کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ یہ سب جانتے ہیں۔ آج بعض دوست یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے جہاد کے لئے آئیں تو آگے ان کے لئے آرام ہو۔ کھانا اچھا ہو، مکان بھی علیحدہ ہو جس میں ہر قسم کی آسائش ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہاں منتظمین کا یہ فرض نہیں کہ وہ ان چیزوں کا انتظام کریں۔ کھانا مکان وغیرہ سب چیز کا خیال رکھیں۔ بلاشبہ یہ ان کا فرض ہے لیکن جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے لئے آرام مہیا ہو وہ نصف فوائد اس اجتماع کے پہلے ضائع کر دیتا ہے۔ سفر کرنے والے کو یہ پختہ فیصلہ کر کے چلنا چاہیے کہ اس سفر میں کسی تکلیف اور مشقت کی پروا نہیں ہو گی۔ یہ پہلی شرط ہے جس کے بغیر ہمیں وہ روحانی فوائد حاصل نہیں ہو سکتے جو اس اجتماع سے حاصل ہونے چاہئیں۔

تنظیم جماعت کا عملی سبق دینے والی چند باتیں

اب میں چند ان باتوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں جن کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر عمل میں لا کر ہم تنظیم جماعت کا عملی سبق سیکھ سکتے ہیں:

پہلی بات: تین دن کی باقاعدہ شرکت

ان میں سب سے پہلی بات پورے تین دن کی شمولیت جلسہ ہے۔ یعنی جب تک جلسہ ختم نہیں ہوتا مرکز میں ٹھہرنا چاہیے۔ بہت سے دوست ہیں جو یا پہلے دیر سے پہنچتے ہیں اور یا ایک دو دن جلسہ میں شامل ہو کر پھر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ جلسہ میں شامل ہوں۔ بلکہ غالباً یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم کسی پر احسان کر رہے ہیں جو جلسہ میں آ گئے ہیں اور ہمارا شکل دکھا دینا ہی کافی ہے۔ نہ وہ سب تقریروں کو سن سکتے ہیں نہ ہی دوسرے احباب کے ملنے جلنے کے لئے وقت نکالتے ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں ان کا یہاں آ کر اور شکل دکھا کر چلے جانا کافی ہے وہ خرچ بھی برداشت کرتے ہیں۔ سفر کی تکلیف بھی اٹھاتے ہیں۔ مگر تھوڑی سی غلط فہمی کے ماتحت کہ بس شمولیت کافی ہے اجتماع کے فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں۔ بعض دوست یہ عذر کر دیتے ہیں کہ ہمیں اپنے کاروبار میں فرصت نہیں ملتی۔ یہ عذر میں ان لوگوں کی طرف سے درست سمجھتا ہوں جو کسی کے ملازم ہیں اور باوجود پوری کوشش کے انہیں فرصت نہیں ملتی یا پورے وقت کے لئے رخصت نہیں ملتی۔ لیکن زمیندار، تاجر اور دیگر کاروباری لوگ یہ عذر نہیں کر سکتے۔ ان کو اپنی دنیوی ضرورت پیش آ جائے تو آٹھ دن بھی باہر رہ سکتے ہیں۔ لیکن دین کی ضرورت کے لئے تین دن نہیں نکال سکتے۔ گو ان کو یہ خیال نہ ہو۔ مگر دوسرے بھائیوں کے دلوں میں یقیناً یہ خیال گزرتا ہے کہ یہ لوگ ہماری برادری میں اپنے آپ کو شامل نہیں سمجھتے اور اپنے آپ کو دوسرے بھائیوں سے اونچے مرتبہ پر سمجھتے ہیں یہ ایک دینی برادری ہے اور اس دینی برادری میں امیر و غریب اسی طرح یکساں ہیں جس طرح دنیوی برادری کے موقعہ پر۔ اس لئے میں سب احباب کی خدمت میں گذارش کروں گا۔ کہ وہ پورے تین دن جلسہ کے لئے نکالیں اور سال میں ایک دفعہ اس دینی برادری میں دوسرے بھائیوں کے

برابر آ کر بیٹھیں۔ یہ تنظیم جماعت کا پہلا عملی سبق ہے۔

دوسری بات، نماز باجماعت

دوسرا عملی سبق جو فی الحقیقت اپنی اہمیت کے لحاظ سے اول درجہ پر ہے وہ ان تین دنوں میں نماز باجماعت کی پابندی ہے، ہمارا سلسلہ ایک روحانی سلسلہ ہے، ہم ایک روحانی جنگ کے سپاہی ہیں اور اس جنگ میں روحانیت ہی ہمارا اصلی ہتھیار ہے۔ اس لئے جو چیز ہماری روحانیت کی بنیاد ہے، اس کی طرف یہاں آ کر سب سے پہلے توجہ بکار ہے۔ لاہور پہنچ کر ہم جہاں چاہیں رہیں۔ لیکن نماز مقررہ وقت پر مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ جو لوگ تقریروں کے وقت تو آ جاتے ہیں۔ کھانے کے وقت بھی جمع ہو جاتے ہیں اگر وہ نماز کے وقت جمع نہ ہوں تو یہ حد درجہ قابل افسوس امر ہے۔ نماز مسلمانوں کی تنظیم کا بنیادی پتھر ہے۔ شارع علیہ السلام نے نماز باجماعت کے ذریعہ سے ہی وہ تنظیم مسلمانوں میں پیدا کی جس کی آج دنیا مداح ہے۔ وہ ایک ہوئے تو نماز باجماعت کے ذریعہ سے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ایک سطح پر کھڑے ہوئے۔ اور ایک دوسرے کے غم دکھ میں شریک ہوئے۔ ایک دوسرے کے ہمدرد بنے تو نماز باجماعت کے ذریعہ سے۔ اسی لئے شارع علیہ السلام نے فرمایا: کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اقامت کہلوا کر خود مسجد سے چلا جاؤں۔ اور ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو اس وقت گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور نماز باجماعت کے لئے نہیں آتے۔ قرآن کریم نے تو لفظ ہی یقیمون الصلوۃ کے استعمال کئے ہیں۔ اور اقامت ہوتی ہی جماعت کے وقت ہے اکیلے کی نماز میں اقامت کوئی نہیں۔ تو بغیر جماعت نماز پڑھنے سے سوائے اشد مجبوری کے) یقیمون الصلوۃ کے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی۔ پھر جب ہر طرف سے احباب جماعت کا اجتماع ہوتا ہے اس وقت اگر ان کے سامنے یہ نظارہ ہی ہو کہ چار آدمی ایک ڈیرے میں نماز پڑھ رہے ہیں اور دس دوسرے میں اور ایک کہیں ٹکریں مار رہا ہے تو جماعت کی تنظیم کی بنیاد ہی برباد ہو گئی۔ تنظیم کی عمارت کیا بنے گی؟ اس لئے مجھ میں جس قدر قوت ہے اس پوری قوت کے ساتھ خدا کے حکم یقیمون الصلوۃ کی طرف توجہ دلاتا ہوا جملہ احباب سے یہ عرض کروں گا کہ یہ تین دن پانچوں نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ اور کھانے پر لیکچروں پر، باہم گفتگو پر، کسی مجلس میں حصہ لینے پر، غرض ہر چیز پر نماز باجماعت کو مقدم کریں، اس میں میرے مخاطب صرف بیرونجات سے آئے ہوئے احباب ہی نہیں بلکہ لاہور کی جماعت بھی ہے۔ وہ بھی نماز کو جلسہ کا ضروری جزو سمجھ کر بلکہ سب سے اہم جزو سمجھ کر مسجد میں نماز باجماعت وقت مقررہ پر ادا کریں۔

تیسری بات پابندی اوقات

تیسرا عملی سبق تقریروں کے وقت پابندی کا ہے۔ بہت سے دوست ایک یا دو آدمیوں کو سامنے رکھ کر یہ پہلے ہی فیصلہ کر لیتے ہیں کہ فلاں صاحب کی تقریر ہوگی تو سنیں گے اور باقی ادھر ادھر پھرتے رہیں گے۔ یا گھر میں بیٹھے رہیں گے میں پھر اس بات کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ وہ جلسہ کی شمولیت کو اپنا فرض منصبی سمجھیں۔ وہ اس غرض کے لئے نہ آئیں کہ کوئی مزیدار تقریر سنیں گے بلکہ اس لئے آئیں کہ یہ جلسہ ہماری جماعت کا بنیادی نظام ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس دوست کے منہ سے کوئی درد سے بھرا ہوا کلمہ ایسا نکلے گا جو دل پر اثر کر جائے اور نہ کوئی جانتا ہے کہ کس کی لچھے دار تقریر بظاہر تو خوش کرنے کا موجب ہوگی لیکن دل پہ اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ ''ہر گدارا بر درت نازے دگر'' والا معاملہ ہے۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ جو لوگ میری طرح بہت تقریریں کرنے کے عادی ہیں ان سے کوئی نئی بات سننے میں کم آتی ہے اور ایک شخص جو پہلی مرتبہ درد دل کو لے کر کھڑا ہوا ہے شاید اس سے ہم کو زیادہ مفید باتیں مل جائیں۔ مقرروں کی دلشکنی اپنی غیر حاضری سے نہ کریں۔ اور جس طرح ایک جماعت کے طالب علم پابند ہوتے ہیں کہ اپنے اساتذہ کے سبقوں میں سے یکے بعد دیگرے حاضری پوری کریں۔ اسی طرح وہ بھی اپنی حاضری کو پورا کریں۔ مختلف لیکچرار مختلف مضامین کو پڑھانے والے اساتذہ ہیں اور سننے والے اس وقت سب طالب علم کی حیثیت میں ہوتے ہیں۔ جو شخص طالب علم بن کر نہیں آتا وہ نہ بڑے زبردست لیکچرار سے کچھ حاصل کرتا ہے نہ معمولی سے۔ اور جو طالب علم بن کر آتا ہے وہ دامن مراد کو بھر کر لے جاتا ہے۔ خواہ لیکچر کمزور ہی ہو۔

مقررین کو بھی اوقات کی پابندی کرنی چاہیے

اس سلسلہ میں تنظیم کے ایک چوتھے عملی سبق کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جس طرح سامعین وقت کے پابند ہیں کہ لیکچروں میں شامل

رہیں۔ مقررین کو اپنے وقت کا پورا پابند ہونا چاہیے جب مدرسہ میں گھنٹی بجتی ہے تو سوائے اس کے کہ آخری استاد کا وقت ہو کسی استاد کی مجال نہیں کہ ایک منٹ بھی جماعت کو اس وجہ پر روک رکھے کہ ایک نہایت ضروری مضمون درپیش تھا۔ اسی طرح لیکچرار کا فرض ہے کہ اپنے وقت مقررہ کا پورا پابند ہو۔ اگر اس کے پاس بہت سی مفید باتیں ہیں جن کے بغیر وہ سمجھتا ہے کہ لوگ تشنہ رہیں گے تو اس کا فرض ہے کہ وہ پہلے لمبی چوڑی تمہید میں وقت ضائع نہ کرے پھر ان کو اس قدر مختصر پیرائے میں بیان کرے کہ وہ سب باتیں لوگوں کو پہنچ جائیں اور بالفرض اگر کوئی عظیم الشان نکتہ باقی رہ گیا ہے تو حسب کتاب اللہ کہتا ہوں قرآن کی طرف توجہ دلائے اور اپنی تقریر کو اپنے وقت پر ختم کر دے۔

نظام کی پوری پابندی کرو

پابندی وقت خود ایک عظیم الشان عملی نکتہ ہے بعض وقت مقرروں کو جب سٹیج سیکرٹری اطلاع دیتا ہے کہ تمہارا وقت ختم ہے تو وہ حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں اس مضمون کو پورا کر لوں یعنی اپنے سے پیچھے آنے والے مقرر کا حق لے لوں۔ حالانکہ یہ سامعین کے اختیار کی بات نہیں کہ وہ لیکچراروں میں وقت تقسیم کرنے بیٹھیں۔ اس لئے ان میں سے دس پانچ کی آوازیں بلند کر دینا کہ آپ مضمون کو جاری رکھیں خلاف آداب مجلس ہے اور بدنظمی کا بدترین مظاہرہ۔ اور نہ سٹیج سیکرٹری کے اختیار میں ہے کہ مقررہ پروگرام کو چھوڑ کر کسی کو کہہ دے کہ اچھا آپ دس منٹ اور لے لیں بلکہ خود مقرر کا بھی اختیار نہیں کہ وہ اپنا وقت چھوڑ دے۔ یہ سب کچھ ایک نظام کے ماتحت ہوا ہے۔ اور اگر ایک لیکچرار وقت پر نہ پہنچے یا کسی وجہ سے معذور ہو جائے تو اس نظام کے ماتحت کوئی انتظام ہوگا۔

سٹیج سیکرٹری اس بات کا پابند ہے کہ کسی مقرر کو مقررہ پروگرام سے ادھر ادھر نہ ہونے دے اور سامعین کا اگر کوئی فرض ہے تو وہ یہی ہے کہ مقررہ پروگرام کے مطابق عمل پر زور دیں۔ بلکہ مقررین کو خود چاہیے کہ اپنے وقت کو دیکھ کر عین وقت پر خود اپنی تقریر کو ختم کر دیں۔ اور سٹیج سیکرٹری کی توجہ دلانے کے محتاج نہ ہوں۔

پانچواں عملی سبق

پانچواں عملی سبق تنظیم جماعت کا جو اس جلسہ سے حاصل کرنا چاہیے ہر بات میں پابندی اوقات کا لحاظ ہے۔ جو نماز کا وقت ہے اس سے دس منٹ پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے، جو لیکچر کا وقت ہے اس سے پانچ منٹ پیشتر اپنی جگہ پر بیٹھ جانا چاہیے اور اس کی پابندی ان لوگوں کو بھی کرنی چاہیے جو خود لیکچرار ہیں۔ یہ عذر نہ ہونا چاہیے کہ ہم اس وقت اپنا لیکچر تیار کرنے میں مصروف تھے جس نے لیکچر تیار کرنا ہے وہ پہلے تیار کر کے آئے۔ اسی طرح پر افسر جلسہ کی طرف سے جو کھانے کے اوقات دیئے جائیں۔ انہی اوقات میں کھانا کھا لینا چاہیے۔ آگے پیچھے جانے سے انتظام میں گڑبڑ ہوتی ہے۔ اور شکایات کا دروازہ وسیع ہوتا ہے۔ آخر کیا رمضان کے مہینے میں ہمیں یہ عادت نہیں ہو جاتی کہ سحری کا وقت ہو جانے کے بعد کھانا ترک کر دیں اور افطار کے وقت جلدی کر کے پہلے افطار کریں۔ اور اس موقعہ پر بھی مساوات کا نظارہ دکھانا چاہیے۔ یہ خیال نہ ہو کہ ہم جس وقت جا کر کہیں گے، کھانا مل جائے گا۔

چھٹا عملی سبق

چھٹا عملی سبق باہم تعارف کا بڑھانا ہے۔ اس دفعہ لیکچرروں کا وقت کم کر دیا گیا ہے۔ اس کی غرض صرف یہی ہے کہ جو وقت بچے اسے باہم تعارف بڑھانے میں صرف کیا جائے۔ کتنی کتنی دور سے لوگ جلسہ میں آتے ہیں تو یہ بہت ہی افسوس کا مقام ہوگا۔ اگر اس قیمتی اجتماع سے باہم تعارف کو بڑھانے کا فائدہ حاصل نہ کیا جائے۔ جن لوگوں سے ہم دن رات ملتے ہیں۔ ان کے ساتھ سوائے ضرورت کے وقت صرف نہ کیا جائے۔ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے خدمت دین کے لئے اس قدر صعوبت اٹھائی ہے اور دور دور سے آئے ہیں۔ ان سب کے ساتھ ملنا ان کے حالات دریافت کرنا چاہیے۔ یہ ہماری دوستیاں صرف اللہ کی رضا کے لئے ہیں۔ ان کے بڑھانے میں ہم جس قدر وقت خرچ کریں گے۔ وہ گو عبادت کے اندر ہی داخل ہے۔ کیونکہ اصل مقصد حصول رضائے الٰہی ہے۔

الغرض یہ چند دن محض خدا کے فضل سے ہمیں ایسے مل جاتے ہیں کہ جن میں روحانیت۔ علم۔ جذبہ۔ خدمت اسلام جذبہ محبت الٰہی و محبت رسول۔ جذبہ خدمت انسان۔ جذبہ اخوت اور مودت اللہ کو ہم ترقی دے سکتے ہیں۔ ان کا ایک لمحہ ضائع نہ ہونے دینا چاہیے۔

☆☆☆☆

اسلام دلی اطمینان، روحانی سکون اور مقامات عالیہ کے حصول کا ذریعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگیوں سے مراتب عظیمہ کے حصول کا سبق

ترتیب وتدوین:۔عبدالحفیظ (جموں)

ترجمہ:''اور جب (موسیٰ) اپنی جوانی کو پہنچا اور کمال حاصل کیا ہم نے اسے فہم اور علم دیا۔اور اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔اور وہ شہر میں اس کے باشندوں کی بے خبری کے وقت میں داخل ہوا، تو اس میں دو شخصوں کو لڑتے پایا وہ (ایک) اس کی قوم سے تھا اور وہ (دوسرا) اس کی دشمن (قوم) سے تو اس نے جو اس کی قوم سے تھا اس کے خلاف اس سے مدد مانگی جو اس کی دشمن (قوم) سے تھا، پس موسیٰ نے اُسے ایک مُکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔کہا یہ شیطان کے عمل کی وجہ سے ہے، وہ کُھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے ۔کہا میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، سو میری حفاظت فرما، سو (اللہ نے) اس کی حفاظت فرمائی وہ حفاظت کرنے والا رحم کرنیوالا ہے۔کہا میرے رب اس لئے کہ تو نے مجھ پر انعام کیا میں کبھی مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔پس شہر میں ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے صبح کی۔کہ ناگہاں وہی شخص جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی اُسے مدد کے لئے پکارنے لگا۔موسیٰ نے اُسے کہا، تو یقیناً کھلا گمراہ ہے۔پس جب اس نے ارادہ کیا کہ اسے پکڑے جو دونوں کا دشمن تھا، اس نے کہا اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ مجھے قتل کر دے، جس طرح کل ایک شخص کو قتل کر دیا، تو کچھ نہیں چاہتا مگر یہی کہ ملک میں زبردست ہو جائے، اور تو نہیں چاہتا کہ تو اصلاح کرنے والوں میں سے ہے۔اور شہر کی پرلی طرف سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا اے موسیٰ بڑے بڑے لوگ تیرے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں، سو تو نکل جا، میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں۔سو ڈرتا ہوا انتظار کرتا ہوا اس سے نکل پڑا۔کہا میرے رب مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔۔۔سو اُس نے اُن کے لئے پانی پلا دیا، پھر سایہ کی طرف پھر آیا اور کہا میرے ربّ جو بھلائی تو میری طرف بھیجے میں اس کا محتاج ہوں''۔(سورۃ القصص آیت 14 تا 24)

ان آیات میں بعض مقامات عالیہ اور مراتب عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو مہذب اور باخدا بنانے کے لئے نماز، روزہ اور حج وغیرہ سکھلایا۔نماز اور روزہ سے ایک تو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا مقصود ہے دوسری غرض انسان کا اپنے نفس پر قابو پانا اور اپنے آپ کو مہذب بنانا ہے۔اگر کوئی شخص نماز، روزہ حج وغیرہ کی ادائیگی کے بعد مہذب نظر نہیں آتا اور نماز، روزہ رکھنے کے بعد اپنے نفس پر قابو نہیں پا سکتا تو اس نے نماز، روزہ اور حج وغیرہ عبادات کی حقیقت کو نہیں پایا۔

حضرت نبی کریمؐ نے بڑا زور دیا ہے کہ مسلمان اپنے معاملات میں نظر آئے کہ وہ دیانتدار اور راستباز ہے۔حق پرست اور خدا پرست ہے۔قرآن کریم اور محمدؐ نے تمدن پر اور دیانت اور امانت کے متعلق نہایت موثر تلقین فرمائی ہے۔فرمایا (لا ایمان لمن لا امانته له) سنو! تمہارے ایمان اور پرہیز گاری کے دعوے ختم ہو جاتے ہیں۔جب تم دیانت اور امانت کو چھوڑ دیتے ہو۔کلمہ پڑھ لینا، قرآن کریم کی تلاوت کر لینا۔نماز کا ادا کر لینا۔حج کا فریضہ ادا کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتے جب تک تمہاری دوکانداری تمہاری تجارت، تمہاری ٹھیکیداری، اور تمہاری کارخانہ داری میں ایمانداری اور دیانتداری نظر نہ آئے اور یہ معلوم نہ ہو کہ تم اپنے کاروبار اور معاملات زندگی

میں ایمانداری اور دیانت وامانت کے پختہ ہو۔

ہاتھ اوپر نیچے باندھنا، آمین زور سے یا آہستہ کہنا پاجامہ ٹخنوں کے اوپر یا نیچے ہونے میں دین نہیں دین تو یہ ہے کہ اپنے لین دین، اپنے معاملات اور عہدو پیمان میں صدق اور راستبازی سے کام لو۔ جب تم اپنے قول پر قائم نہیں رہتے اور عہد کے پورا کرنے میں بے وفائی سے کام لیتے ہو تو تمہارا دین ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا لا دین لمن لا عهد له یعنی جو شخص عہد کا پختہ نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔

اس کے علاوہ بلند درجات ہیں جن کا ذکر ان آیات میں ہے جو شروع میں بیان ہوئیں ہیں۔ مراتب عالیہ اور مقامات عظیمہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک خدا تعالیٰ کی رضا پیش نظر نہ ہو۔ انسان کا مقصد نفس پرستی نہ ہو۔ بڑے آدمی سے ڈرتا نہ ہو۔ اپنی خواہشات کی کمزوری کی وجہ سے جھکتا نہ ہو۔ خوف وہراس کے وقت گھبراتا نہ ہو اور لالچ کے سامنے گرنا جاتا ہو۔

ان آیات میں دو باتوں کا بالخصوص ذکر کیا گیا ہے تا کہ ہر مسلمان اس کو سیکھے اور اُن پر عمل کرے فرمایا و لما بلغ اشده، ہم نے موسیٰ کو فرعون کے محل میں رکھا اس فرعون کے محل میں جو انہیں قتل کرنا چاہتا تھا۔ فرعون کو اُن کا خادم بنایا، ہر طرح کا عیش و آرام، خدم و حشم انہیں میسر تھا۔ ان کی اعلےٰ درجہ کی پرورش اور تربیت ہوئی تھی۔ اور شاندار جوانی کو پہنچ گئے تھے۔ جسمانی طاقت کی تکمیل کے ساتھ اتینه حكماً و علماً۔ ہم نے ان کو فہم و عقل عطا کیا۔ حکمت و دانش سے بہرہ ور کیا۔ قوی جسم کامل، علم کامل اور دانشمندی اور فہم و ادراک کامل طور پر حاصل ہو گیا۔ انسان وہی ہے جس کے جسمانی قویٰ بھی صحتمند اور روحانی اور اخلاقی اعضاء بھی صحت مند ہوں۔ کذالک نجزی المحسنين۔ یہ ہمارا قانون ہے۔ یہ موسیٰ کے ساتھ ہی مختص نہیں ہے۔

جو خدا کا ہو جائے ہمارا سلوک اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ ہم اسی طرح اسے اجر دیں گے۔ اس قانون کی شہادت ان برگزیدہ لوگوں کے حالات سے ملتی ہے۔ جن کے متعلق نبی اکرمؐ نے فرمایا: یعنی میری امت میں سے ایسے لوگ ہوں گے کہ نبی بھی اُن پر رشک کریں گے۔ یعنی اُن کو قربِ خداوندی اور مقام خاص حاصل ہوگا۔ پس یہ اجر موسیٰ علیہ اسلام کے ساتھ ختم نہیں بلکہ جو بھی اس قسم کا انسان ہوگا۔ اس کے لئے خدا کی جناب میں انعامات ومقامات ہیں۔

آگے اُن کے احوال بیان کئے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے حق کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا۔ موسیٰ رات یا دوپہر کو شہر کا حال دیکھنے کیلئے نکلے۔ وہاں کوئی چہل پہل نہ تھی۔ سب جگہ سکوت طاری تھا۔ لوگ آرام کر رہے تھے۔ دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں ایک شخص اس کی اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل میں سے تھا جو قوم غلام اور محکوم تھی۔ دوسرا حاکم قوم کا آدمی تھا وہ اس غلام قوم کے آدمی پر ظلم کر رہا تھا۔ موسیٰ کو دیکھ کر مظلوم نے دہائی دی۔ دیکھئے جناب میں ناحق مارا جا رہا ہوں۔ میری فریاد سننے والا کوئی نہیں۔ حضرت موسیٰ کے دل میں درد پیدا ہوا اور وہ فوراً مظلوم کی امداد کے لئے آمادہ ہو گئے۔ حضرت موسیٰ نے اس حاکم قوم کے آدمی کو مکہ مارا جس سے وہ مر گیا۔ اس پر انہوں نے کہا یہ شیطانی فعل تھا۔ جو تم نے کیا کہ ایک غریب کو مار رہے تھے۔ اس کا نتیجہ تم نے پا لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بجائے کوئی عقل کا مارا ہوا چھوٹے دل کا انسان ہوتا تو فریاد کرنے والے کی بات پر توجہ بھی نہ کرتا اور خیال کرتا میری بلا سے۔ اگر وہ میری قوم میں سے ہے تو کیا ہوا؟ میں کیوں اس غریب کی حمایت کر کے حکام کی دشمنی مول لوں۔ مجھ سے فرعون ناراض ہو جائیگا مجھے محل چھوڑنا پڑے گا۔ میرا آرام و آسائش جاتا رہے گا۔ لہٰذا چھوڑو انہیں اپنے حال پر کس مصیبت میں پڑتے ہو۔ لیکن نہیں حضرت موسیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ وہ حق پرست انسان تھا۔ اسے اپنے نقصان اور فائدے کی پرواہ نہ تھی۔ نہ اس رنگ میں کبھی سوچا بلکہ حق کی حمایت اپنے مدِ نظر رکھی۔ اور مظلوم کی دادرسی اور فریادرسی کے لئے تیار ہو گئے۔ اور ظالم آدمی کو جو حاکم قوم میں سے تھا مکہ مار

کر وہیں ڈھیر کر دیا۔ یہ حکومت کو چیلنج دینے کے مترادف ہے جو آسان کام نہیں ۔محل کی رہائش، آرام، آسائش، خوانِ نعمت، لباس فاخرہ اور سواریاں ان سب کو جواب دینا ہے۔لیکن ان سب چیزوں سے لا پرواہ ہو کر فرمایا مولا تیرا بڑا احسان ہے کہ تو نے مجھ پر اانعام کیا۔اس کا نتیجہ یہ نہ ہو کہ میں مجرموں کی پشت پناہی کروں اور ظالم حکومت کا پرزہ بن کر رہ جاؤں ۔تو نے مجھے عرفان بخشا ہے۔اور تاریکی کے تمام پردے ہٹا دیئے ہیں ۔ مجھے تیری رضا کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ میں نے مظلوم کی حمایت کرتے ہوئے حاکم قوم کے ایک فرد کو مارا ہے۔اس نتیجہ میں ایک تو مجھے شاہی محل اور ہر طرح کے آرام اور آسائش سے محروم ہونا پڑے گا۔دوسرے مجھے سزا کے لئے بھی تیار رہنا ہوگا۔ چنانچہ اس خوف سے کہ پکڑے جائیں تو رسوائی ہوگی ۔ اگلے دن ڈرتے ڈرتے شہر گئے ۔ یہاں یہ کیوں لکھا ہے''خائفاً''اس لئے پیغمبر کا دل اور جسم بھی ہمارے آپ کے دل اور جسم کی طرح ہوتا ہے ۔ وہ بھی ہماری طرح کا انسان ہوتا ہے۔پیش آنے والی مصیبت کے وقت ہماری طرح کا خوف اسے بھی دامنگیر رہتا ہے۔ہم جیسی ضروریات اسے بھی لاحق ہوتی ہیں ۔یہ تقاضا بشری ہے۔ پیغمبر کے دل پتھر نہیں ہوتے کہ ان میں احساس نہ ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کو خوف لاحق ہے کہ اب کیا حال ہوگا۔ایک طرف باوجود اس کے کہ حاکم قوم کا آدمی اُن کے ہاتھ سے مرجاتا ہے۔وہ خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔رب بما انعمت علی۔اے اللہ تو نے مجھ پر انعام کیا۔اس کا نتیجہ یہ نہ ہو کہ میں مجرموں کی پشت پناہی کروں اور ظالم حکومت کا پرزہ بن کر زندگی بسر کروں اور دوسری طرف بشریت کی وجہ سے انہیں خوف بھی لاحق ہے۔ چنانچہ لوگوں میں چرچا ہوگیا کہ فرعون کے محل میں رہنے والا بے وفا نکلا ہے ۔ اندر سے یہ اسرائیلوں کا ہی خیر خواہ ہے۔سب نے مل کر فیصلہ کیا اس بے وفا انسان کو قتل کر دیا جائے ۔ وطن چھوڑ کر نکل جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی خوف بھی لاحق ہے اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے ہیں کہ کوئی آ تو نہیں رہا ہے مجھے گرفتار کرنے کے لئے کوئی شخص آ تو نہیں رہا۔تمام لوازمات بشریت ان کے ساتھ ہیں ۔ ان کے ہوتے ہوئے جوانمردی دکھانا کوئی قیمت رکھتا ہے۔

جب مدین کا رُخ کیا تو راستہ میں انہوں نے دعا کی ۔اے مولا کریم! مجھے اپنے راستہ پر چلا۔ یہ محل یہ تخت، یہ رُعب داب، یہ شان وشوکت، یہ حذم و حشم، یہ لباس اور یہ اکل وشرب مجھے نہیں بھاتے، مجھے تو تیری رضا کا رستہ پسند ہے۔تو مجھے اسی راستہ پر چلا۔ جب مدین کے کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ اس قوم کے لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں ۔ دوسری طرف دیکھا کہ دو عورتیں دُور کھڑی اپنے مویشیوں کو رُوک رہی ہیں کہ پانی کی طرف نہیں جانا۔ مویشی جب پانی کو دیکھتے ہیں تو اس طرف زور سے جانا چاہتے ہیں چنانچہ وہ دو عورتیں بڑی طاقت سے انہیں روک رہی ہیں ۔حضرت موسیٰؑ ان کے پاس گئے ۔اور کہا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ ایسا کر رہی ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہم پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ یہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر ہٹ نہیں جاتے اور ساتھ ہی یہ واضح کرنے کے لئے کہ ہم عورتیں ہو کر پانی کیوں پلانے آئی ہیں۔کہا کہ ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے وہ نہیں آ سکتا تو ہمیں مجبوراً آنا پڑا۔مگر جب تک یہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی نہیں پلاتے ہم اس کنویں پر نہیں جا سکتیں۔عزت بڑی چیز ہے۔اپنی عزت کو بچانے کے لئے ہم یہاں کھڑی ہیں ۔اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ٹھہرو! میں تمہارے مویشیوں کو پانی پلاتا ہوں ۔ پہلے بھی ایک خطرناک کام کر چکے ہیں اب یہ دوسرا کام آن پڑا ہے۔ادنیٰ اور حقیر کام کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔محلات کا رہنے والا دوسروں کے مویشیوں کو پانی پلانے سے دریغ نہیں کرتا۔لڑکیوں کی خاطر ان کے مویشیوں کو پانی پلا دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ وہ کنواں دھوپ میں ہے اور پانی پلاتے پلاتے خود پسینہ پسینہ ہوگئے اس لئے اب سایہ کی تلاش میں ہیں ۔ پھر دھوپ سے

بچنے کے لئے سایہ میں آ گئے۔ اس وقت پھر عرفان ہوا اور ایک جملہ منہ سے نکلا۔ اے مولا! تیری جناب سے میرے اُوپر یہ کیا احسان ہے۔ یہ کیا لذت اور سرور ہے جو مجھے یہاں درخت کے سایہ کے نیچے نصیب ہوئی ہے۔ ایسی لذت تو مجھے محل کی رفیع الشان منزلوں میں نصیب نہیں ہو سکی۔ میں محل میں وہ اعلیٰ درجہ کا کام نہیں کر سکتا جو باہر آ کر کیا ہے۔

یہ درخت محل سے کہیں بہتر ہے۔ یہ تیری نعمت ہے جو تو نے مجھ جیسے محتاج کو عنایت فرمائی۔ ان واقعات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فطرتِ سلیم کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ انہوں نے مشکل سے مشکل کام بھی کیا اور اپنے عیش و آرام کو ایک غریب اور مظلوم کی حمایت میں قربان کر دیا اور ادنیٰ سے ادنیٰ کام کرنے میں بھی کوئی کسرِ شان محسوس نہ کی اور نہ حق پرستی کے سامنے بادشاہ اور محل کی آسائش کی کچھ پرواہ کی۔ اور نہ کمزور عورتوں کی تکلیف کو محسوس کرنے اور ان کے مویشیوں کو پانی پلانے کے ادنیٰ کام سے ہچکچائے۔ پھر دیکھیں کہ کیا وہ مقاماتِ عالیہ اور درجات رفیعہ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئے۔

حضور نبی کریم صلعم اپنی قوم کو ایسے اخلاق فاضلہ سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا میرا مقصد تو ملک کی بہتری اور قوم کے اندر اخلاق فاضلہ پیدا کرنا ہے۔ میں تو اخلاق کی تکمیل کے لئے آیا ہوں اور فرمایا تم مظلوموں کی مدد کیا کرو اور بھولے بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھلایا کرو اور سنو! اپنے بھائی کی مدد کیا کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ کسی نے پوچھا حضور صلعم ہمارا بھائی مظلوم ہوگا اس کی تو ہم بیشک مدد کریں گے مگر ظالم کی امداد کے کیا معنی؟ حضور صلعم نے فرمایا کہ جب تمہارا کوئی بھائی ظلم کرنے لگے تو اس کا ہاتھ پکڑ لو اور اس کو ظلم کرنے سے روک دو۔ یہ اس کی امداد ہے۔

حضور صلعم نے فرمایا کہ میں قومی عصبیت سکھلانے نہیں آیا۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی وجہ سے بیجا حمایت کے لئے اپنی قوم کے لوگوں کو بلاتا ہے۔ کسی نے کہا عصبیت کیا ہے اس کے معنی سمجھا دیجئے تو فرمایا جب تیری قوم کا آدمی ظلم کرے تو تم اس کی مدد کرو یہ عصبیت ہے۔

جو شخص قومی بے وجہ خود غرضی کی وجہ سے جہاد میں شریک ہوا وہ ہم میں سے نہیں۔ اور مارا گیا تو وہ شہید نہیں۔ ایک صحابی جنگ میں مارا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے بڑے زور سے مبارک دی تجھے شہادت مبارک ہو تو آپ صلعم نے فرمایا یہ کوئی شہادت نہیں۔ خیبر کی جنگ میں مالِ غنیمت میں سے ایک چادر اس نے اٹھائی وہ آج اس کے اوپر آگ کی چادر بن کر شعلہ زن ہوگی۔

فرمایا! ایسا شخص جو شجاعت، غیرت و حمیت یا دکھلاوے کے لئے جہاد کرتا ہے وہ فی الحقیقت جہاد کا فرض ادا نہیں کرتا۔ ان تینوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کی لڑائی کو جہاد فی سبیل اللہ کہا جا سکے۔ جہاد اس شخص کا ہے جو اس لئے لڑتا ہے کہ خدا کا نام بلند ہو۔ ایسا شخص شہید ہے جو نہ شہرت کے لئے، نہ حمیت کے لئے اور نہ ریا اور دکھلاوے کے لئے جنگ کرے۔ فرمایا محض رضائے الٰہی کے لئے جدوجہد کرو۔ قربانیاں کرو اور مصائب برداشت کرو، عصبیت کے لئے نہیں۔ عصبیت کی باتیں آج بھی پٹھانوں اور راجپوتوں میں ہیں۔ لیکن یہ بلندیاں جو حضرت محمد صلعم نے سکھلائیں یہ کسی کتاب میں اور کسی قوم کے اخلاق میں نہیں ملتیں۔ ایک طرف حضور صلعم کے عفو اور کرم کا یہ حال ہے کہ فتح مکہ کے دن بڑے بڑے جانی دشمنوں کو **لا تثریب علیکم الیوم** کہہ کر معاف کر دیتے ہیں لیکن دوسری طرف جب ایک قریشی عورت جو اُن ہی کی قوم سے تھی جب چوری کرتے پکڑی جاتی ہے تو لاڈلے اسامہؓ کی سفارش کے باوجود اس کو اللہ کے احکامات میں دخل نہ دینے کی تنبیہہ کرتے ہیں۔ قومی عصبیت کے لئے حدودِ الٰہی توڑنے کا سوال ہی نہیں ہے اور بددیانتی سے درگذر کرنا ممکن نہیں۔ فرمایا تم سے پہلی قومیں اسی لئے ہلاک ہوگئیں کہ جب اُن میں سے کسی بڑے آدمی نے چوری کی تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی چھوٹا آدمی چوری کرتا تو وہ اُسے سزا دیتے تھے۔ جب یہ حالت ہو جائے تو وہ قوم تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

فرمایا۔ اس قسم کے ارتکاب سے بچو اور اس قسم کی سفارش سے اجتناب کرو۔ یہ تو قریشی عورت کی چوری کی بات تھی۔ انصار کو بھی ایسی ہی مصیبت پیش

آئی۔طعمہ نامی ایک انصاری نے زرہ بکتر چرا کر ایک یہودی کے گھر میں پھینک دی۔اس پر مقدمہ چلایا گیا۔یہ اکیلے طعمہ کا معاملہ نہیں تھا بلکہ تمام انصاریوں کی عزت کا سوال تھا۔انصاری وہ قوم ہے کہ جس کا حضور نبی کریم صلعم اور دوسرے مہاجرین پر بہت بڑا احسان ہے۔حضور صلعم کے دل میں اس قوم کی بڑی قدرومنزلت ہے۔حضور صلعم نے فرمایا کہ میرا جینا اور مرنا سب کچھ انصاریوں کے ساتھ ہے۔جس راستہ پر انصاری چلیں گے میں بھی اسی راستہ پر چلوں گا۔ انصاریوں نے مہاجرین کو مکان دیے۔زمینیں دیں۔ ہر طرح کی مدد کی۔ یہاں تک کہ سعد بن ربیعؓ بہت بڑے انصاری صحابی تھے۔ان کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف کا بھائی چارہ کرایا گیا۔سعدؓ نے انہیں کہا کہ میرا جو کچھ بھی ہے اس کا نصف آپ کی ملکیت ہے اور میری دو بیویاں ہیں ایک میں طلاق دے کر تمہارے حوالے کر دیتا ہوں۔

عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ کا مال،املاک اور بیویاں آپ کو مبارک ہوں۔ مجھے صرف بازار کا رستہ بتا دیجئے۔بازار جا کر معمولی سا کاروبار شروع کر دیا۔خدا تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں برکت ڈالی۔تھوڑے ہی دنوں میں وہ مالا مال ہو گئے تو انہوں نے ہزاروں روپے خدا کی راہ میں دیے ایسے انصاریوں اور محسنوں کی قوم نے درخواست کی کہ حضور صلعم یہ یہودی بے ایمان کافر ہے۔ آپ طعمہ کو جو مسلمان ہے چھوڑ دیجئے ورنہ اس سے انصار کی بڑی ذلت ہوگی۔ یہ حضور صلعم کا دوسرا امتحان ہوا۔ پہلا امتحان قریش کے بارے میں ہوا جو آپ کے ہم قوم بھی تھے اور مہاجر بھی لیکن آپ دونوں امتحانوں میں پورے اُترے اور مجرم کو سزا دینے میں آپؐ نے پرواہ نہ کی۔ چنانچہ مقدمہ کی تفتیش پر انصاری مجرم ثابت ہوا اور سزا پا گیا اور یہودی کو بَری کر دیا گیا۔حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ دو بیماریاں ہیں جو قوموں کو تباہ کر دیتی ہیں۔ یہ بیماریاں میری قوم میں بھی آئیں گی۔فرمایا۔پہلی اُمتوں کو جو بیماریاں لاحق تھیں وہ تم میں بھی آئیں گی۔ وہ بیماریاں کیا ہوں گی؟ فرمایا ایک تو اُن میں سے حسد ہے۔حسد کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ کسی کی حویلی دیکھی تو جل بھن گئے۔کسی کے زمین، باغ، جائیداد کو دیکھا تو دل میں کراہنے لگے۔حاکم اور صاحب اقتدار کو دیکھ کر جل رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی ایسے نقص اس میں نکالیں جائیں کہ وہ اپنے مرتبہ سے گر جائے۔حسد بہت بُری چیز ہے۔ یہ رذیل قوموں کی صفات میں سے ہے۔ دوسری بیماری آپ نے فرمائی کسی سے دشمنی رکھنا اور دیر تک اس دشمنی کو دل میں چھپائے رکھنا یہاں تک کہ موقع ملنے پر حملہ کر دینا۔اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرا آدمی یا اس کے لواحقین بھی موقع کی تلاش میں رہیں گے تو جب موقع ملے گا اس پر حملہ کر دیں گے اور پھر دوسری طرف بھی ایسا ہی ہوگا اسی لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے ظلمات پیدا ہوتے ہیں اور ظلم بڑھتا چلا جاتا ہے۔ایک دشمنی سے ہزاروں دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں اور سالوں اور پشتوں تک برقرار رہتی ہیں۔ ان کی وجہ سے جان و مال کا تحفظ اُٹھ جاتا ہے۔عورتوں کی عصمتیں خطرے میں پڑ جاتی ہیں۔ظلم نہ کرو۔ اس سے ظلمات پیدا ہوں گے۔قوم اس سے تباہ و برباد ہو جائے گی۔

غرض حضور نبی کریم صلعم نے اپنی قوم کو اخلاق فاضلہ سکھائے ہیں۔اور مراتب عالیہ اور مقاماتِ عظیمہ کے حصول کا سبق دیا ہے کہ کاروبار اور معاملاتِ زندگی میں اگر دیانتداری اور ایمانداری سے کام نہ لیا جاوے تو نماز، روزہ، حج وغیرہ کچھ کام نہ آیا۔اگر اعمال کے اندر نماز، روزہ کے اثرات نظر نہیں آتے تو ان کا کیا فائدہ؟ ان میں وہ امور بھی شامل ہیں جن پر چل کر انسان مراتب عالیہ اور مقامات عظیمہ حاصل کر سکتا ہے اور انہی پر چلنے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم بنی۔

اسلامی معاشرہ دِلی اطمینان اور روحانی سکون پیدا کرتا ہے۔کوئی معاشرہ اُس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس کی تعمیر پختہ بنیادوں پر نہ ہوئی ہو۔ اور کچھ ایسے اُصول اس پر کارفرما ہوں جو ترقی کی ضمانت بن سکیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ عصرِ حاضر اپنی مادی ترقیات اور علمی انکشافات کے اعتبار سے اگرچہ تمام گذشتہ ادوار سے ترقی کر گیا ہے لیکن اس کے باوجود علم الاجتماع اور نفسیات کے ماہرین اس دور میں اعصابی مریضوں کی تشویشناک کثرت کو دیکھ کر حیرت زدہ

ہیں کیونکہ مادی ترقی اور علمی انکشافات اس دور سعادت کا باعث نہیں بن سکتے جوانسان کی حقیقی طلب ہے اور جس کو پا کر ہی انسان اپنے اندر ایک دلی اطمینان اور روحانی سکون محسوس کرتا ہے۔ ایسا نظر آرہا ہے کہ جس قدر مادی وسائل ترقی کرتے چلے جارہے ہیں، صحیح معاشرتی اصولوں میں کمزوری اور تنزل بڑھ رہا ہے اور اسی قدر اضطراب و پریشانی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ جہاں مادی ترقی کا گراف اونچا ہے وہاں دوسرے ممالک کے مقابلہ میں نفسیاتی بیماریوں کا تناسب بھی زیادہ ہے جس کی شہادت خود امریکی سرکار کی طرف سے شائع کردہ اعداد وشمار سے واضح طور پر ملتی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مغربی معاشرہ جن بنیادوں پر استوار ہے اور مغربی تہذیب جس نہج پر اسے لے جارہی ہے وہ خالص مادی ہے جس کا نتیجہ تباہی ہی تباہی ہے۔ ان میں دین کی روحانیت اور باطنی انشراح کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ کسی شاعر نے ٹھیک ہی تو کہا ہے:

عقل باریک ہوتی جاتی ہے
رُوح تاریک ہوتی جاتی ہے!

اور اسی روح کی تاریکی نے مغربی معاشرے کو انحطاط کے عمیق گڑھے میں دھکیل دیا ہے اور آج مغرب کا انسان سخت ترین اضطراب اور تشویش میں مبتلا ہے جس پر مغربی مفکرین اور اصحاب بصیرت کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ وہ دین کی قدروں کو دُوبارہ بروئے کار لانا چاہتے ہیں لیکن جس معاشرہ میں اتحاد، مادیت کا شجرِ خبیث اپنے کڑوے پھل دے رہا ہو اور اس کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ جم چکی ہوں وہاں ایسی کوششوں کی کامیابی کے کیا امکانات باقی رہ جاتے ہیں؟

آسمانی مذہب میں سے جس مذہب کو بھی دیکھیں اس میں یہ ایک خصوصیت ضرور نظر آئے گی کہ وہ انسانوں میں عدل وانصاف کو پروان چڑھاتا ہے۔ قلب اور رُوح کو طمانیت بخشتا ہے اور احساسِ تکلیف کو کم کر کے زندگی کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ معاشرے کی ترقی کے لئے نفسانی خواہشات اور خودغرضی کے جذبات کا قلع قمع کرتا ہے اور ایک فرحت بخش زندگی بخشتا ہے۔ اسلام چونکہ انسانی فلاح و بہبود اور معاشرتی امن واطمینان اور ترقی کا ضامن آخری اور مکمل مذہب ہے۔

اس لئے اُس نے فرد اور معاشرے کی آرزوؤں کو بیدار کیا۔ عزائم کو حیاتِ تازہ عطا کی اور ایثار وشفقت کے جذبات کو نہ صرف اُبھارا بلکہ اُن کو اس عروج پر پہنچا دیا کہ خود انسانیت انگشت بدنداں رہ گئی۔

اسلام کے نزدیک ایک معاشرے کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے تمام خودساختہ آقاؤں کی غلامی اور اطاعت کا جُوا گلے سے اُتار پھینکے اور اللہ کے سوا کسی کو اس لائق نہ سمجھے کہ اس کی غلامی یا اطاعت کی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔ ارشاد ہوا کہ تیرے رب نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرومگر صرف اللہ کی''۔ یہ صرف ایک مذہبی عقیدے اور صرف انفرادی طرزِ عمل کے لئے ایک ہدایت، ایک حکم ہی نہیں بلکہ اس پورے نظام معاشرت وتمدن اور ریاست کا سنگ بنیاد بھی ہے جو مدینہ طیبہ پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً قائم فرمایا۔ اس اصول پر عمل پیرا ہوکر ہر شخص معلوم کرسکتا ہے کہ اس کی انفرادی آزادی کس طرح حاصل ہوتی ہے اور پھر معاشرتی ترقی میں اس اُصول کا کتنا بڑا عمل دخل ہے۔ علامہ اقبال نے ٹھیک ہی کہا ہے:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزاروں سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

اس ایک اصول یعنی اصولِ توحید سے معاشرے میں کس قدر استواری ہم آہنگی اور مطابقت پیدا ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس سے تمام نسلی، قومی اور قبائلی بٹوارے ختم ہوجاتے ہیں اور انسان بحیثیت انسان ترقی و عروج کے منازل طے کرنے لگتا ہے۔ اس کے اندر کسی قسم کا احساس کمتری پیدا نہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی احساس برتری اس کے دل ودماغ میں جگہ پاکر معاشرتی سکون واطمیان کو غارت کردینے کی حماقت کرسکتا ہے۔ ہمیں غور کرنا چاہیے جن

معاشروں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر نسل و رنگ اور زبان وغیرہ کے بت گھڑ لیے ہیں اوران کی پوجاپاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ان کی حالت کس قدر ابتر ہے اور امن وسکون اور ترقی وخوشحالی کی منزل سے کتنے دُور ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود مہدی معہود نے ایک تقریر میں شریعت کے دو بڑے حصوں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح فرمائی ہے اور یوں ارشاد فرمایا ہے کہ:

''شریعت کے دو ہی پہلو اور بڑے حصے ہیں جن کی حفاظت ہر انسان کو ضروری ہے ایک حق اللہ اور دوسرا حق العباد، حق اللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی عبادت، اُس کے خوف، اور اس کی اطاعت میں۔اس کی ذات میں صفات میں کسی کو شریک اور برابر نہ بنایا جائے۔ سننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں مگر عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہو تو انسان دو ہی پہلوؤں پر قائم رہ سکتا ہے۔کسی میں قوتِ غضبی بڑی ہوئی ہوتی ہے اور قوت غضبی جوش مارتی ہے تو نہ دل اس کا پاک رہ سکتا ہے نہ زبان۔دل میں کینہ رکھتا ہے اور اندر ہی اندر اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے سوچتا رہتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے۔کسی میں قوتِ شہوت غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہو کر حدود اللہ کو توڑتا ہے۔غرضیکہ جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو۔وہ کامل ایمان جو منعم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے، داخل نہیں ہوتا۔پس سچا موحد بننے کے بعد اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے حتی الوسعیٰ کوشش دن رات کرنی چاہیے۔میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے۔اکثر لوگوں میں بدظنی کا مرض بہت ہی بڑھا ہوتا ہے اور نیک ظنی نہیں کرتے بلکہ ایسے ایسے عیوب اس کی طرف منسوب کرنے لگ جاتے ہیں جو اس میں نہیں ہوتے۔اور اگر وہی عیوب اس کی طرف منسوب کرے تو اس کو ناگوار معلوم ہو۔پس اول یہ بڑی ضرورت ہے کہ حتی الوسع اپنے بھائیوں پر بدظنی نہ کرو، ہمیشہ نیک ظن رکھا جاوے کیونکہ اس سے محبت اور اُنس بڑھتا ہے۔

پیغام برائے سالانہ دعائیہ

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور

ہم اللہ رب العزت کا جتنا شکر کریں کم ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے اس دسمبر میں ہمیں ایک دفعہ پھر سالانہ دعائیہ کی تقریب میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائی۔دعائیہ کی تقریب ہر احمدی کے لئے ایک روحانی دعوت ہے۔جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ اس تقریب سعید کی بنیاد حضرت امام وقتؑ نے خود رکھی جو خالصتاً دینی اغراض ومقاصد کے لئے منعقد کی جاتی ہے۔سالانہ دعائیہ جہاں اللہ تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی کا ذریعہ ہے وہاں جماعتی تعلقات اور آپسی محبت کی تقویت کا بھی موجب ہے۔بحیثیت جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور میں اس تقریب میں آنے والے تمام مہمانوں کا شکر گزار ہوں اور ان کو خوش آمدید کہتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی خیر وبرکت سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔میری آپ احباب وخواتین سے گذارش ہے کہ سالانہ دعائیہ کے ان ایام کو خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مخصوص کرتے ہوئے گزارنے اور اس کے روحانی فوائد کے حصول کی کوشش کریں اور اپنے اندر وہ پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں جو حضرت مسیح موعودؑ اپنی جماعت کے افراد میں چاہتے تھے۔اس دعائیہ سے آپ جو قلبی تبدیلی ان ایام میں محسوس کریں اس کو عملی زندگی میں جاری رکھنے کے عہد کے ساتھ واپس جائیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے اور آپ کو مشکلات سے محفوظ رکھے اور آپ کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا فرمائے کیونکہ جو کوئی اس کی راہ میں چل نکلتا ہے وہ خود اس کا متکفل ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو اور ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔آمین

والسلام

شکیل ہمایوں (جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور)

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ناصر احمد

صحیح بخاری انگریزی ترجمہ جلد اوّل کا پیش لفظ

ڈاکٹر زاہد عزیز

حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نے صحیح بخاری کا اُردو ترجمہ بمعہ تفسیری نوٹ فضل الباری کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں 1932ء سے 1937ء کے عرصہ میں شائع کیا۔ پہلی جلد 1932ء میں شائع ہوئی جس کے 808 صفحات تھے۔ اس میں کتاب الانبیاء تک 14 پارے مکمل ہوئے۔ اور دوسری جلد 1937ء میں کتاب التوحید تک 30 پارے مکمل ہوئے۔ دوسری جلد کے بھی تقریباً پہلی جلد جتنے صفحات ہیں۔ اس طرح دونوں جلدیں 1612 صفحات پر مشتمل ہیں۔ پہلی جلد کا مواد 1926ء سے شروع ہو کر 100 صفحات پر مشتمل حصوں میں شائع ہوتا رہا۔ لیکن جلد دوم یکجا صورت میں ہی شائع ہوئی۔ یہی دونوں جلدیں اسی طرح خوبصورت ٹائپ اور نئے ڈزائن میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، اوہائیو (Ohio)، امریکہ نے عمدہ کاغذ پر 2012ء میں شائع کیں، جو اب دستیاب ہیں۔ اس ایڈیشن میں احادیث کے نمبر بھی تبدیل کر کے موجودہ زمانہ کے رائج نمبروں کے مطابق کر دیے گئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نے خود ہی فضل الباری کا انگریزی ترجمہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں شروع کیا۔ لیکن ابھی آپ کتاب 2، باب 21 تک ہی پہنچے تھے تو انہوں نے اپنی کمزور صحت کے پیش نظر انگریزی کے مسودہ کو مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے سپرد کر دیا تا کہ وہ اس کام کو جاری رکھیں۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب اس وقت جماعت احمدیہ لاہور کے انگریزی ہفت روزہ ''لائٹ'' کے مدیر تھے لیکن پھر بھی انہوں نے اس کام کو پورے انہماک سے شروع کر دیا۔ لیکن بطور سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اور ایڈیٹر ''لائٹ'' ہونے کی وجہ سے وہ اس کے لئے زیادہ وقت نہ نکال سکے، گو انہوں نے اس خواہش کا بارہا اظہار انجمن سے بھی کیا کہ ان کو دوسری ذمہ داریوں سے فارغ کر دیا جائے تا کہ وہ حدیث کے کام کو پورا وقت دے سکیں اور پھر جنوری 1956ء میں وفات تک وہ بخاری کے پہلے تین پارے اور چوتھے پارے کے کچھ حصہ تک ترجمہ کو مکمل کر سکے۔

تین پارے جو مکمل ہو چکے تھے وہ ان کی وفات کے بعد 1956ء، 1962ء اور 1973ء میں الگ الگ پاروں کی شکل میں شائع ہوئے۔ 1976ء میں اقبال احمد صاحب جو مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے بڑے بیٹے تھے اور کئی سال تک ووکنگ مسلم مشن، انگلینڈ، میں کام کر چکے تھے اور جنہوں نے 1956ء میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد شاہجہان، ووکنگ، انگلینڈ، کی وفات پر کچھ ماہ تک اس مسجد کی امامت کی اور پھر مولانا عبد المجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو، ووکنگ، کی غیر حاضری میں اس کی ادارت بھی کرتے رہے۔ انہوں نے چوتھے پارے کا وہ حصہ جو ان کے والد مرحوم کر چکے تھے اس کی نظر ثانی کی اور یہ انگریزی کا ترجمہ اور حواشی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور کے ہفتہ وار اخبار ''لائٹ'' میں باقساط 8 جون 1983ء سے 8 فروری 1985ء کے شماروں میں شائع ہوا۔

2015ء میں ناصر احمد صاحب جو مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے منجھلے بیٹے ہیں اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے تبلیغی اور علمی کاموں میں قریباً ساٹھ سال سے مصروف ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میں اس کام کو جاری رکھنے کا ذمہ لے لوں۔ اس سلسلہ میں پہلا کام یہ تھا کہ چوتھے پارے کے بقیہ حصہ کو مکمل کیا جائے۔ یہ کام میں نے ناصر احمد صاحب کے تعاون سے مکمل کیا۔

چوتھے پارے کی مکمل طور پر نظر ثانی کی تا کہ جن باتوں کو باہم مشورہ سے طے کیا گیا تھا اس کے پیش نظر پورے ترجمہ میں یکسانیت قائم کی جائے۔ چنانچہ اسی طرح پارہ نمبر 5، 6 اور 7 کے ترجمہ کو مکمل کیا گیا جس میں مجھے ناصر احمد صاحب اور دیگر کئی ایک احباب کا تعاون حاصل رہا۔ ناصر احمد صاحب ابتدائی ترجمہ کا کام کرتے پھر میں اس کی پوری طرح نظر ثانی کرتا اور اس میں حوالوں وغیرہ کو چیک کرنے کے بعد اس کو حتمی شکل دیتا۔ انگریزی ترجمہ کی اس جلد میں ہم نے پارہ نمبر 8 کا بھی کچھ حصہ لے لیا ہے تا کہ صحیح بخاری میں جہاں اسلام کے پانچ بنیادی ارکانِ اسلام کی بحث مکمل ہوتی ہے اس تک کے حصہ کو اس جلد میں شامل کرلیا جائے۔

اس کے بعد میں نے پارہ 1 تا 3 کی مکمل طور پر نظر ثانی کی تا کہ ان میں حدیث نمبر اور مکرر احادیث کو بھی بعد کے پاروں کی طرز پر درست کیا جاسکے۔ اسی طرح پہلے پارہ میں پیش لفظ اور دیگر معلوماتی نوٹ کی نظر ثانی کی گئی اور اس طرح انگریزی ترجمہ کو ہر لحاظ سے مکمل اور قاری کے لئے مفید بنایا گیا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے اُردو کے اوّل ایڈیشن کے پیش لفظ کے کچھ حصوں کو بھی ترجمہ کر کے اس انگریزی کے ایڈیشن میں شامل کیا گیا ہے۔

جب پارہ نمبر 1 تا 7 نظر ثانی اور چیکنگ کے مراحل سے گذر چکے تو ان کو www.ahmadiyya.org کی ویب سائیٹ میں جنوری 2016ء سے جون 2019ء کے دوران شائع کر دیا گیا۔ لیکن ان حصوں پر نظر ثانی وغیرہ کے کام کو جاری رکھا گیا تا کہ اس انگریزی ترجمہ میں کسی لحاظ سے کمی نہ رہ جائے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اکتوبر 2019ء میں یہ کام ممکن حد تک مکمل ہو گیا ہے اور اب ان سارے پاروں کو ایک جلد میں جلد اوّل کے طور پر شائع کر دیا جائے گا۔ اس کی طباعت لندن میں ہوگی۔

ترجمہ اور نظر ثانی کے اصول اور ذرائع جن سے استفادہ کیا گیا

یہاں ضروری ہے کہ مختصراً ان باتوں کا ذکر کیا جائے جن کا اس انگریزی ترجمہ کو کرتے وقت خیال رکھا گیا ہے یا جن کتب سے اس دوران استفادہ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں امریکہ سے فضل الباری کے 2012ء کے ایڈیشن کا ذکر ضروری ہے۔ اس میں واضح اور صاف کمپوزنگ، عربی کے اعراب اور حواشی میں عربی عبارتوں کے اُردو ترجمہ سے انگریزی میں ترجمہ کرنے میں بڑی مدد ملی۔ پھر اس میں حضرت مولانا محمد علی صاحب کے بخاری کے اُردو ترجمہ کی احادیث کی نمبر شماری کی بجائے بخاری کے مستند ایڈیشن کے مطابق نمبر دیئے گئے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے لئے کئی لحاظ سے کام آسان ہو گیا۔

بخاری کے متن کو انگریزی میں ترجمہ کرتے وقت ہم نے حضرت مولانا محمد علیؒ کے اُردو ایڈیشن کے متن کے علاوہ بخاری کے دیگر اُردو تراجم کو بھی مدنظر رکھا اور اسی طرح ڈاکٹر محمد محسن خان کا مشہور انگریزی ترجمہ بخاری بھی پیش نظر رہا ہے۔

اسی طرح مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے پہلے انگریزی ترجمہ اور حواشی کے ترجمہ سے بھی ہمیں کافی رہنمائی ملی۔ میرے نزدیک ان کا انگریزی ترجمہ عمدہ، صحیح اور بامحاورہ ہے اور قابل تحسین ہے۔ ان کے ترجمہ میں ہم نے جو اصلاح کی ہے وہ ہمارے بعد کے ترجمہ سے یکسانیت کے پیش نظر کی ہے۔ ورنہ اس میں ترجمہ کے لحاظ سے کوئی کمی نہ رہ گئی تھی۔ ہم نے اس تمام انگریزی ترجمہ کو صحیح بخاری کے اصل عربی متن کو سامنے رکھ کر کافی احتیاط سے چیک کیا ہے تا کہ یہ ترجمہ محض اردو سے کیا گیا نہ سمجھا جائے۔

بخاری کا اُردو میں ایک ترجمہ اور تفسیر جس کو ہم نے کافی مفید پایا۔ وہ مولانا محمد داؤد راز صاحب کا ایڈیشن ہے جس کو ہم گاہے بہ گاہے بعض مشکل مقامات کو سمجھنے کے لئے استعمال کرتے رہے۔ بعض اوقات دیگر اردو تراجم اور تفاسیر بھی زیر استعمال رہے۔ ہم ویب سائیٹ www.sunnah.com کے مرتبین کے بے حد ممنون ہیں جنہوں نے ڈاکٹر محسن خان کے بخاری کے انگریزی ترجمہ اور دیگر احادیث کے مجموعوں کے انگریزی تراجم کو نہایت آسان طریق پر قارئین کے لئے مہیا کر رکھا ہے۔ اور لوگوں کے لئے ان سے فائدہ اٹھانا کس قدر آسان ہو گیا ہے۔ اس ویب سائیٹ نے کسی حدیث کے اصل الفاظ یا ترجمہ کو ڈھونڈنے کی بھی سہولت مہیا کی ہے (یعنی search

اور ہم نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔

صحیح بخاری میں 7563 احادیث ہیں ان میں سے لگ بھگ 2450 احادیث کو ایک دوسرے سے الگ الگ کہا جا سکتا ہے، اور باقی حدیثوں کو ایک رنگ میں انہی کی مکرّر (یعنی دوہرائی ہوئی) احادیث کہا جا سکتا ہے۔ کئی مرتبہ ایک حدیث کی مکرّر احادیث بخاری کی مختلف کتابوں اور ابواب میں دوہرائی گئی ہیں کیونکہ وہ کئی مختلف موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں جن کی صراحت کسی نہ کسی رنگ میں ان مکرر احادیث میں موجود ہے۔

گو یہ مکرر احادیث مختلف مسائل کے استنباط کے لئے بھی ضروری ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کو بار بار دہرانے سے صحیح بخاری کا حجم بہت بڑھ گیا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بھی اس مشکل کو محسوس کیا۔ مگر جہاں کئی مرتبین تجرید بخاری نے سرے سے ان مکررات کو حذف کر دیا ہے حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اس کا یہ حل نکالا کہ انہوں نے مکررات کو ترجمہ میں شامل تو نہ کیا لیکن ان کو حواشی میں ڈال دیا اور یا تو پوری مکرر حدیث کو حاشیہ میں درج کر دیا، یا پھر اس میں جو عبارت مختلف تھی اس کو درج کر دیا۔ اور حاشیے میں ہی اختلاف لفظی یا معنوی کی وضاحت کر دی۔ یہ طریق مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے بھی اپنے انگریزی ترجمہ میں اختیار کیا۔ لیکن اکثر جگہوں پر الفاظ کے اختلاف کو حاشیے میں بیان کرنا الجھن کا باعث ہوجاتا ہے اور قاری کے لئے بوجھل بن جاتا ہے۔

اس لئے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ عام طور پر مکرر حدیث کو اصل متن میں ہی شامل کر دیا جائے اور اختلافِ لفظی کو حاشیہ میں سہل انداز میں بیان کر دیا جائے۔ لیکن پھر بھی بعض مقامات پر یہ زیادہ مناسب معلوم ہوا کہ مکرر حدیث کا صرف متعلقہ حصہ متن میں درج کر دیا جائے اور بقیہ حصہ کو حذف کر دیا جائے تا کہ قاری متعلقہ حدیث کے ضروری حصے سے واقف ہوجائے۔ ایسے مقامات پر ہم نے نقطے (...) ڈال کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہاں سے عبارت کو حذف کیا گیا ہے اور ساتھ ہی حاشیہ میں بتایا ہے کہ کس حدیث میں یہ حذف شدہ پڑھا جا سکتا ہے۔

جہاں تک تفسیری حواشی کا تعلق ہے ہم نے کہیں کہیں معمولی تبدیلیاں کی ہیں، کہیں تھوڑا سا اضافہ کیا ہے اور بعض مقامات پر کسی لمبی بحث کو مختصر کر دیا ہے۔ شروع کے جن پاروں کا مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے ان میں بعض حواشی میں مولانا صاحب نے کچھ مزید تبصرہ بھی کیا ہے جس کو ہم نے عام طور پر شامل ہی رکھا ہے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نے اپنے حواشی میں دیگر احادیث کے مجموعوں کے بھی حوالے دیے ہیں، مثلاً صحیح مسلم، ترمذی وغیرہ، لیکن آپ نے محض اس مجموعہ کا نام ہی درج کیا تھا۔ امریکہ سے فضل الباری کا جو ایڈیشن شائع ہوا ہے، اس میں اکثر مقامات پر ان حوالوں کو مکمل طور پر، یعنی مجموعہ میں سے کتاب کے نام، باب کے نام، حدیث نمبر، کے ساتھ دیا گیا ہے۔ اس انگریزی ترجمہ میں میں نے کئی اور حوالوں کو بھی مکمل کر دیا ہے (اور اب صرف چند ایک ہی حوالے ہیں جنکی مکمل وضاحت موجود نہیں)۔

میں یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ صحیح بخاری کے اس انگریزی ترجمہ کے لئے میرے رفیق ناصر احمد صاحب اس پروجیکٹ کی ابتداء سے مسلسل اس کام کی طرف توجہ دلاتے رہے بلکہ اس سلسلہ میں ہر ممکن مدد اور حوصلہ افزائی بھی فرماتے رہے ہیں۔ اس لئے میں اس اہم کام کی تکمیل میں ان کا بھی شکر گزار ہوں کہ ناچیز کو حضرت مولانا محمد علی صاحب کے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کی نظرِ ثانی کے بعد (جو 2010ء میں مکمل ہوئی) صحیح بخاری کے اس اہم حصہ کو بھی انگریزی میں منتقل کرنے کی توفیق ملی۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ہم نے بخاری کے اس ترجمہ اور تشریحی نوٹوں کو گذشتہ تمام تراجم سے کئی لحاظ سے بہتر اور مفید بنانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

قسط دوم

سوانح حیات حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان مرحوم و مغفور

’’حیات سعید‘‘ (غیر مطبوعہ) باب اوّل

از: صفیہ سعید

خاندانی پس منظر

حضرت مولوی حکیم حافظ محمد یحییٰ اور حضرت مولوی حکیم محمد یعقوب

حافظ محمد سعید کو اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی لاانتہا برکات و روحانی افضال سے نوازا، وہاں اُنہیں دو یکتائے روزگار فرزند بھی عطا فرمائے جو اپنے والد کے فرمانبردار، والدہ کے خدمت گذار اور دین و دُنیا کے علوم سے بہرہ مند تھے، اپنی دینداری، علم و فضل اور تقویٰ و طہارت میں بے مثل تھے۔ ان کا ایک دوسرے سے محبت کا یہ عالم تھا کہ کبھی، کسی بھی رنگ میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے، گویا کہ ایک جان دو قالب تھے، اسی لئے ان کا ذکر ایک ساتھ ہی کرنا لازمی ہے۔ یہ دونوں بھائی ہر خاص و عام کے لئے فیوض و برکات کا سرچشمہ تھے۔ آپ بلند کردار، اولوالعزم اور جفاکش انسان تھے۔ راستبازی دیانتداری، ایفائے عہد اور نفاست طبع میں بے مثال تھے۔ پھر بھی دونوں کی اپنی اپنی ذات اپنی جگہ مکمل اور منفرد تھی۔

بڑے بھائی فطانت، فقانت، فہم و ادراک، عقل و دانش میں بے مثال ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت سنجیدہ اور کم سخن تھے۔ جبکہ چھوٹے بھائی رقیق القلب، صلہ رحم، فیاض، خوش طبع اور حاضر جواب تھے۔ بڑے بھائی نہایت نپی تلی اور مدلل گفتگو فرماتے۔ جبکہ چھوٹے بھائی کی گفتگو میں ظرافت کی چاشنی ہوتی تھی جو لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیتی تھی اور چھوٹے بڑے سب آپ سے بے تکلف گفتگو کر پاتے تھے۔

آپ کے عقیدتمندوں میں ایک صاحب علم و مرتبہ ہندو، بخشی جمپت رائے نے اُنہیں اپنے ایک خط میں تحریر کیا کہ:

’’دیبگراں اصل میں دیوا گراں ہے اور سنسکرت میں ’’دیوا‘‘ فرشتہ کو کہتے ہیں اور گراں کے معنی ہیں گاؤں یا دیہات۔ ممکن ہے یہاں پر کبھی دیوا یا فرشتے رہتے بھی ہوں، کبھی کسی نے پہلے یہاں فرشتے دیکھے تھے یا نہ، مگر ہم نے اپنے زمانہ میں دو فرشتوں کو اس گاؤں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے‘‘

بخشی صاحب کی مراد حکیم محمد یحییٰ صاحب اور حکیم محمد یعقوب صاحب سے تھی۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ دو انسان باوجود اس جہان میں رہنے کے اپنے اعمال و اطوار سے دوسرے تمام انسانوں سے اس قدر ممتاز تھے کہ گویا کہ اس جہاں کے نہیں بلکہ کسی اور جہاں کی ہستیاں ہیں۔

پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور جنہوں نے ان بزرگوں کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اور اُنہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقع نصیب ہوا، اپنی خودنوشت سوانح (غیر مطبوعہ) میں تحریر فرماتے ہیں:

’’میرے پاس وہ الفاظ نہیں جو اُن کے جسمانی اور روحانی سراپا کی تصویر کشی کر سکوں۔ جنہوں نے خدا کو اپنی زندگی میں دیکھ لیا ہو، اُن کی حیات طیبہ کی گہرائی کون پا سکتا ہے۔ وہ عام انسانوں کی نظر میں کھاتے پیتے، چلتے پھرتے، دنیا کے کاروبار میں مصروف انسان تھے لیکن وہ اس دنیا کے بندے نہیں تھے۔ ہر دو کا رنگ اپنا اپنا تھا، اُن کے حسین چہروں پر کیا نور تھا، اُن کی پیشانیوں سے ایک ماورائی روشنی کی کرنیں پھوٹتی تھیں، اُن کی رفتار میں تواضع اور انکسار تھا اور اُن کی

گفتگو میں کیا شیرینی اور حلاوت تھی، جیسے کسی نے شہد گھول دیا ہو۔ وہ علم کے ایسے بحرِ ذخار تھے، جس کی سطح بڑی پُرسکون ہو لیکن اُس کی تہہ میں بیش قیمت گوہرِ تابدار پوشیدہ ہوں ۔ وہ خود زندہ تھے اور دوسروں کو جسمانی اور روحانی زندگی بخشی۔ وہ زمین پر چلتے پھرتے فرشتے تھے''۔

حکیم محمد یحیٰی صاحب کی عمر، جب قریباً چھ سال کے لگ بھگ تھی تو اُن کے والدِ محترم حافظ محمد سعیدؒ آپ کو اپنے مرشد، حضرت سید امیر کوٹھے والے ملاں صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت سید صاحب حالتِ مراقبہ میں مریدوں کو توجہ دیا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے کم عمر یحیٰی کو توجہ دی اور بے ساختہ باآواز بلند پشتو زبان میں فرمایا:

''یحیٰی ڈیر لوئے استعداد لری'' (یحیٰی بڑی استعدادوں کا مالک ہے)

خدا تعالیٰ نے اس بزرگ ہستی کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو حرف بحرف سچ ثابت کر دیا اور حکیم محمد یحیٰی صاحب استعداد و کمال، فہم و تدبر اور عبادت و ریاضت میں یکتائے روزگار ثابت ہوئے۔

حکیم محمد یحیٰی، بڑے عابد اور شب بیدار بزرگ تھے۔ پندرہ سال کی لگاتار ذاتی کاوش سے قرآن پاک حفظ کیا۔ نماز تہجد بالالتزام ادا کرتے، گھنٹوں حالتِ قیام میں رہتے، اور سجدہ ریز ہوتے تو سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ ان کے اس عجز و الحاح سے رحمتِ خداوندی جوش میں آتی تو دُعاؤں کے جواب ملتے اور التجائیں قبولیت پاتیں۔ آپ کے فرزند ڈاکٹر سعید احمد خان آپ کی عبادات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ وہ (والد صاحب) بیمار ہو گئے تو ایک سال تک اُن کے ساتھ کمرے میں سویا، جونہی آدھی رات گذر جاتی تو اُن کے قرآن پڑھنے اور رونے کی آواز آنے لگتی، اور مجھے اپنی کمزوری پر ندامت محسوس ہوتی اور میں بھی اُٹھ بیٹھتا''۔

کچھ ایسا ہی احوال، مولوی محمد یعقوبؒ کی عبادات کا بھی تھا۔ وہ طبعاً رقیق القلب تھے اور نہایت خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتے اور گریہ وزاری کرتے تھے۔ اکثر اوقات وہ فجر کے بعد کا وقت ندی کے کنارے نوافل و نماز اشراق میں گذارتے۔ اس ندی کے کنارے بڑی بڑی چٹانیں، اب بھی اُن کی اور اُن کے والدِ محترم حافظ محمد سعیدؒ کی صلوٰۃ و تسبیحات کی گواہ ہیں۔ عوام الناس اُنہیں اب بھی ''نمازی گٹے'' یا ''نمازی پتھر'' کہتے ہیں۔

'سسل' گاؤں کے ڈاکٹر مبارک صاحب نے ماہنامہ ''نوائے پٹھان'' کے لئے ایک مضمون بعنوان ''دیبگراں کا معالج خاندان'' تحریر فرمایا۔ جس میں آپ نے تحریر فرمایا:

''مولوی محمد یحیٰی صاحب مرحوم اپنے زمانہ کے نہ صرف حکیم حاذق تھے۔ بلکہ انسانی خدمت کے بلندتر اور اچھوتے اقدار کے مالک تھے۔ اس خاندان کے متعدد حکماء معالجوں کا ریاست امب دربند سے انتہائی قریبی اور گہرا تعلق رہا ہے۔ ماضی کے والیان امب دربند، پھلڑہ اور خوانین تناول علاج معالجہ کے سلسلہ میں دیبگراں کے اسی معروف معالج خاندان پہ انحصار کیا کرتے تھے۔ اس خاندان کے دستِ شفا کا شہرہ عام تھا۔ گذشتہ ایک صدی سے علم طب یونانی اور فن ڈاکٹر ایلوپیتھی کے میدان میں اس عہد آفرین خاندان کے متعدد معزز افراد یکتائے روزگار حیثیت کے مالک ہوتے چلے آ رہے ہیں''۔

یہ دونوں بزرگ ہستیاں جہاں اپنی خاندانی وجاہت، دینداری، علم و فضل اور امانت و دیانتداری کے لئے شہرت رکھتی تھی، وہاں اُن کا شہرہ بطور حاذق طبیب اور مستجاب الدعوات بھی دور دور تک تھا۔ بلا امتیاز مذہب و قوم عوام الناس اور خواص و امراء، سلاطین و خوانین آپ کے حلقہ اثر میں تھے اور روحانی و جسمانی طبابت کے لئے آپ کے زیرِ احسان تھے۔ لوگ دور دراز سے سفر کر کے آپ کے پاس حاضر ہوتے اور خود آپ بھی دوسرے علاقوں میں بغرض علاج معالجہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہ سفر حضرت مولوی محمد یحیٰی صاحب زیادہ اختیار کرتے۔ جبکہ مولوی محمد یعقوب صاحب گھر پر رہ کر تمام انتظام و انصرام کی نگرانی فرماتے۔ یتامیٰ کی پرورش اور دیکھ بھال بھی آپ ہی کے سپرد تھی۔ جن کا اپنا کوئی پرسانِ حال نہ ہونے کے سبب آپ ان کو اپنے سایہ عاطفت میں لے

لیتے تھے۔ آپ کا گھر ایک ایسی پناہ گاہ تھی جہاں بے آسرا مرد و زن آ کر پناہ لیتے اور اپنے ایام کرب و بلا اس امن و سلامتی کے گہوارے میں بسر کرتے۔

آپ اپنے گاؤں کے لوگوں، غرباء اور عزیز و اقارب سے کبھی دوا دارو کا معاوضہ نہ لیتے تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے کبھی آپ کو احتیاج میں نہیں چھوڑا، علاقے کے امراء و خوانین، نواب اور سرکردہ افسران آپ کو اپنے علاج کے لئے بلاتے اور تحائف، رقوم اور اناج آپ کے ہمراہ بجھواتے اور اکثر اوقات دیگر مواقع پر بھی آپ کی خدمت میں تحائف ارسال کرتے۔

ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی زبانی یہ واقعہ سُن رکھا ہے کہ ایک مرتبہ ریاست امب کے نواب خان زمان خان صاحب بیمار پڑ گئے تو اُن کے لئے لاہور سے ایک انگریز ڈاکٹر بمع ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے تشریف لائے۔ جلدی افاقہ نہ ہوا تو نواب صاحب نے اصرار کیا کہ دیبگراں والے حکیم صاحب کو بلایا جائے، چنانچہ ایلچی سرپٹ گھوڑے دوڑاتے دیبگراں پہنچے اور شام ڈھلنے تک لمبا سفر طے کر کے بمعہ مولوی صاحب امب پہنچے۔ اس وقت تک نواب صاحب اپنی خواب گاہ میں جا چکے تھے۔ چنانچہ آپ سے رات آرام کرنے کو کہا گیا۔ حکیم صاحب رات بھر نوافل پڑھتے اور اپنے رب سے گریہ وزاری کرتے رہے کہ جہاں ڈاکٹروں کے جدید علاج سے خاطر خواہ افاقہ نہ ہوا۔ وہاں اُن کی طباعت کی عزت رکھنے والا تو ہی ہے۔ اللہ نے آپ کی عاجزانہ پکار سُن کر جواباً الہام فرمایا ''مرمن'' اور ''انفلوئنزا''۔

گویا مرض کی تشخیص بھی اور علاج بھی دونوں بتا دیئے گئے۔ حکیم محترم علی الصبح باہر کھلے علاقے میں چلے گئے۔ اس علاقے میں خودرو ''مرمن'' نامی بوٹی ہر طرف بافراط نظر آئی۔ اکٹھی کر کے لے آئے۔ اچھی طرح صاف کر کے پیس کر دوا تیار کر لی۔ نواب صاحب سے ملاقات ہوئی۔ علاج شروع ہوا اور نواب صاحب نے شفائی پائی۔ نواب صاحب نے معذرت کے ساتھ کچھ رقم پیش کی جو اُن کے اپنے خیال میں کم تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ بہت مہنگا علاج کرواتے رہے تھے۔

خود مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اُن کا تو دوا پر ایک پیسہ نہ لگا تھا اور سینکڑوں اللہ نے عطا کر دیئے۔ یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ جب گھر واپس آئے تو آپ کے فرزند سعید احمد کا لاہور سے خط آیا ہوا تھا۔ کالج کے اخراجات کے لئے یک مُشت کچھ رقم درکار تھی، مطلوبہ رقم نواب صاحب کی دی گئی رقم کے برابر تھی۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ غیب سے یہ بندوبست نہ ہوتا تو اتنی رقم گھر میں کہاں تھی، کوئی مویشی، غلہ یا زمین کا قطعہ فروخت کرنا پڑ جاتا۔

انہی نواب صاحب کی ایک اور شدید بیماری کا ذکر 'سسل' کے ڈاکٹر مبارک صاحب نے اپنے ایک غیر مطبوعہ مضمون ''دیبگراں کا معالج خاندان'' میں کیا ہے۔ ''وہ کہتے ہیں کہ بیماری سے شفایاب ہونے پر نواب صاحب نے بہت سے تحائف اُن کی نذر کئے۔ اور نواب بیگم کی طرف سے الگ تحائف بھیجے گئے۔ یہ سامان تین خچروں پر لاد کر گاؤں پہنچایا گیا جس میں قیمتی ملبوسات، نقدی اور دیگر سامان شامل تھا''

ڈاکٹر مبارک صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں:

''دیبگراں کے اطباء کا یہ گھرانہ بھی جدی پشتی طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ دینی علوم کی روشنی سے بھی منور تھا۔ اس

خاندان نے نہایت خاموش انداز میں اپنے علاقے میں خدمتِ خلق کرتے ہوئے علم کی قندیل بھی روشن کئے رکھی اور یہ گھرانہ علم کی روشنی پھیلانے کے لئے ابتدائی مکتب اور تربیت گاہ کا درجہ رکھتا چلا آرہا تھا۔ چنانچہ حکیم مولوی محمد یحییٰ صاحب ''استاد بڑے، دیبگراں والے'' نے بھی اپنے بزرگوں کی اس روایت کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ خدمت خلق کو نیا اسلوب بھی عطا کیا۔ اپنے علاقہ بھر کے اُن یتیم، بے آسرا اور بے سہارا بچوں کو جن کا کوئی وارث یا پرسانِ حال نہ تھا اپنے سایہ عاطفت میں لے کر ان کے سروں پر اپنا دستِ شفقت رکھا۔ اور ان کی پرورش کی ذمہ داری قبول کی۔ اُنہیں دینی تعلیم دی اور اُن کی اخلاقی تربیت خود فرمائی۔ الغرض ان یتیم بچوں کو دینی و دنیاوی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرتے ہوئے مروجہ علوم سے بہرہ مند کیا۔ اور اُن کے روزگار کے حصول میں بھی مددگار ہوئے۔ آپ خدمت خلق کے اس اچھوتے اور پیارے انداز کو اپنی زندگی کے آخری سانس تک نبھاتے رہے۔

ایسے لاتعداد افراد ہیں جنہیں میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ انہوں نے اس جہان آب وگل میں اپنی حیات مستعار کی تاریک راہوں پر آگے بڑھنے کے لئے روشنی اسی خانوادۂ علم وحکمت کے فانوس سے حاصل کیا ہے۔

ان بزرگوں کو اپنے علاقہ کی سماجی حالت سدھارنے کی بھی فکر رہتی، اکثر اوقات اپنے خرچ پر رفاہ عامہ کے کام کرتے وہ دینی اور علمی فروغ کا بھی ذوق رکھتے تھے، گاؤں کی مسجد میں طلباء کی رہائش کا معقول انتظام کرنے کے علاوہ خود اپنے خرچ سے ایک حجرہ بنوایا اور پختہ کنواں بنوایا۔ اس کے علاوہ اپنے اثر ورسوخ سے عوام کے مسائل حل کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔

قبول احمدیت

حضرت حافظ محمد سعیدؒ کی وصیت کے مطابق آپ کے دونوں فرزند مولوی محمد یحییٰ اور مولوی محمد یعقوبؒ ظہور مہدی کے منتظر اور ذہنی طور پر قبولیت کے لئے آمادہ اور تیار تھے۔ چنانچہ حضرت صاحب کے دعویٰ مجددیت پر اطلاع پاتے ہی یکے بعد دیگرے دونوں بھائی انشراح صدر سے اس سلسلہ سے منسلک ہو گئے۔

حضرت مرزا صاحب کے ایک قرابت دار، مرزا اعظم بیگ بوجہ عقیدت وارادت حضرت مولانا محمد سعید صاحب کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے چنانچہ اس خاندان سے متعارف اور حافظ محمد سعید کے دونوں بیٹوں کی مذہبی استعداد اور علم و فراست سے متاثر تھے۔ مرزا اعظم بیگ، نے حضرت صاحب سے ان بھائیوں کا ذکر کرتے ہوئے اُن کا پتہ بتایا۔ حضرت مرزا صاحب کا یہ دستور تھا کہ اہل علم کو براہِ راست تبلیغ فرماتے۔ آپ نے ایک تحریر کے ساتھ اپنی دو کتابوں (آئینہ کمالات اسلام اور حمامتہ البشریٰ) کا ایک پیکٹ مولوی محمد یحییٰ کے نام ارسال فرمایا۔ پیکٹ کے اوپر یہ الفاظ تحریر تھے:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ

حضرت صاحب کا اس آیت کا منتخب کر کے پیکٹ پر لکھنا، اور حضرت محمد سعید کا اپنے فرزند کو اپنی مہر کے نگینہ میں یہ آیت کندہ کروانے کا مشورہ دینا، کوئی معمولی اتفاق نہ تھا۔ مولوی محمد یحییٰؒ نے ان دونوں واقعات کے باطنی تعلق کو محسوس کیا اور اُسے خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت صاحب کی صداقت کا واضح اشارہ سمجھا، صرف آدھی کتاب پڑھنے پر ہی آپ کو اطمینان قلب حاصل ہو گیا۔ فوراً بیعت کی تحریری درخواست بھیجی۔ کیونکہ والدہ کی علالت خود حاضرِ خدمت ہونے میں مانع تھی۔ حضرت صاحب نے تحریری بیعت قبول فرمائی اور والدہ کی خدمت کو مقدم ٹھہراتے ہوئے تحریر فرمایا کہ جب تک والدہ کی صحت کے متعلق اطمینان نہ ہو جائے۔ عازم سفر نہ ہوں۔ والدہ محترمہ طویل عرصہ علیل رہیں۔ اُن

کی وفات کے بعد ہی مولوی صاحب ۱۸۹۶ء میں حضرت صاحب کی خدمت میں پہلی مرتبہ حاضر ہوئے اور آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

مولوی محمد یعقوب صاحب ابتداء میں، کچھ عرصہ متردد رہے۔ وہ مزید اطمینان چاہتے تھے، لیکن ۱۸۹۶ء میں جب برادرِ بزرگ قادیان سے لوٹے تو حضرت صاحب کی، چند روزہ صحت نے جو اثر اُن کی شخصیت پر کیا تھا، مولوی محمد یعقوبؒ اُسے محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور فوراً حضرت صاحب کی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ دل موم کی طرح پگھلنے لگا اور حقیقت کھل کر سامنے آ گئی۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء میں اپنے بیٹے حکیم محمد اسحاق کو ہمراہ لیتے ہوئے قادیان پہنچے اور سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے۔ کچھ عرصہ قادیان میں رہے اور مسیح الزماں کے، سچے دل سے عاشق ہو گئے۔ مولوی محمد یعقوب صاحب رقیق القلب تو تھے ہی اب تو نمازوں میں اور بھی گریہ وزاری ہونے لگی، آپ کی انکساری، عجز اور رقیق القلبی سے حضرت مرزا صاحب بہت متاثر تھے۔ ایک موقعہ پر حضرت صاحب نے نہایت محبت سے حکیم محمد یعقوبؒ سے بغلگیر ہوتے ہوئے فرمایا:

''خدا تمہیں وہ مرتبہ اور عزت عطا فرمائے گا کہ نواب تمہاری جوتیاں سیدھی کریں گے''۔

حضرت صاحب کے یہ الفاظ معنوی اور حقیقی دونوں رنگوں میں پورے ہوئے۔ ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ، مولوی محمد یعقوبؒ ریاست امب تشریف لے گئے، نواب صاحب، والئے امب مولوی محمد سعید صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ نواب صاحب اور مولوی محمد سعیدؒ کے فرزندان کے درمیان ہمیشہ اچھا راہ ورسم برقرار رہا اور آمد و رفت کا سلسلہ رہتا تھا۔ مولوی صاحب دستور کے مطابق دروازے کے باہر جوتے اُتار کر اندر تشریف لے گئے۔ نواب صاحب سے ملاقات کے بعد اُٹھے، تو نواب صاحب خود دروازے تک رخصت کرنے ہمراہ آئے۔ اور خود اپنے ہاتھ سے جوتے سیدھے کر کے سامنے پہننے کے لئے رکھ دیئے۔ مولوی یعقوبؒ صاحب کے ذہن میں حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے الفاظ تازہ ہوئے، تو بے اختیار آنکھیں نم ہو گئیں۔ نواب صاحب سے تمام واقعہ بیان کیا، نواب صاحب بھی آبدیدہ ہوتے ہوئے ان سے بغلگیر ہوئے اور رخصت کیا۔ (جاری ہے)

فلک کے پار دیکھنا ہے تو ہستی کو مٹانا ہوگا

از: عامر عزیز (امام جامع برلن)

فلک کے پار دیکھنا ہے تو ہستی کو مٹانا ہوگا
پستی سے نکل، بلندی کی طرف جانا ہوگا
وسعتوں کو چھونا ہے اگر تو بلند نگاہی پیدا کر
آسمان سے آسمان دیکھ قدموں میں ترے زمانہ ہوگا
جہاں کے ہر ذرے ذرے میں پنہاں ہے زندگی
یہ معجزہ دیکھنے کو کچھ سبزہ تو اُگانا ہوگا
گر کام نہ آئے علم جو پڑھا ہے کتابوں میں
ایسے ہر ورق کے ہر لفظ کو جلانا ہوگا
یوں ہی نہیں ملتی زمانے میں نیک نامی اے دوست
اس کے لئے دن رات آنکھوں کا نیر بہانا ہوگا
غلامی کی زنجیر کبھی کٹتی نہیں فقط الفاظِ دُعا سے
آزادی کے لئے خونِ جگر کا ہر قطرہ جلانا ہوگا
یہ جو ہجوم ہے زندہ لاشوں کا اپنے اردگرد
اس ہجوم میں غیرتِ انسانی کا شعلہ سُلگانا ہوگا
جو کر ہی لیا ارادہ اس دنیا کے بدلنے کا عزیزؔ
تو اپنے من کے اندر کوئی انقلاب لانا ہوگا

☆☆☆☆

سالانہ دعائیہ 2018ء کی چند جھلکیاں
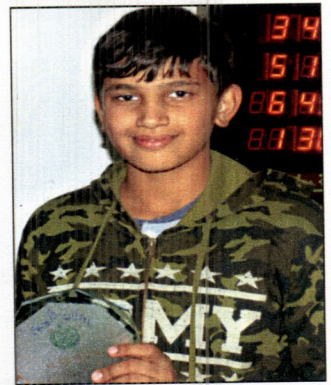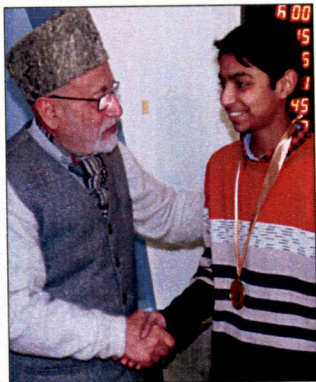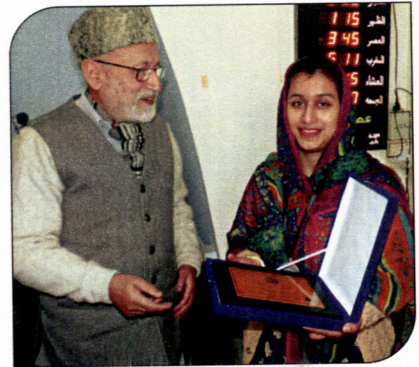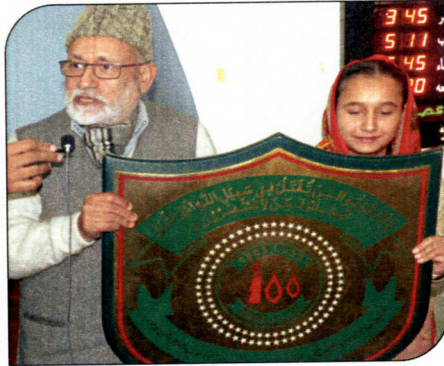
شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی تقریب حلف برداری کے مناظر

ڈاکٹر عائشہ الرحمٰن صاحبہ کی ''ایمرجنسی'' سے متعلق ورکشاپ
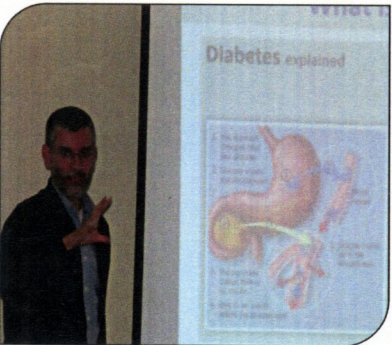
ڈاکٹر مجاہد احمد سعید صاحب کی ''شوگر'' سے متعلق ورکشاپ
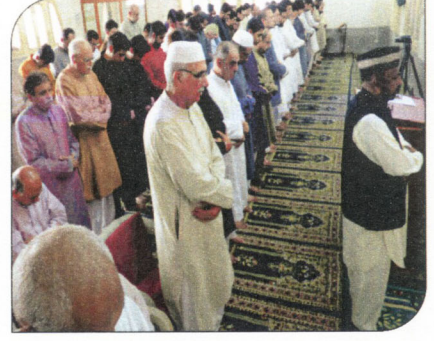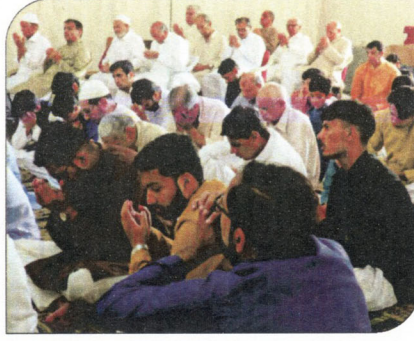
عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے مناظر
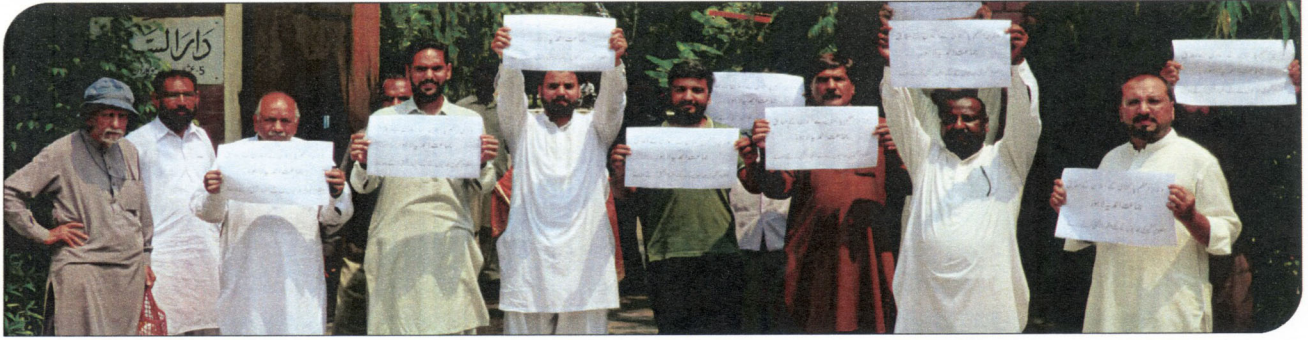
یکجہتی کشمیر

یوم آزادی
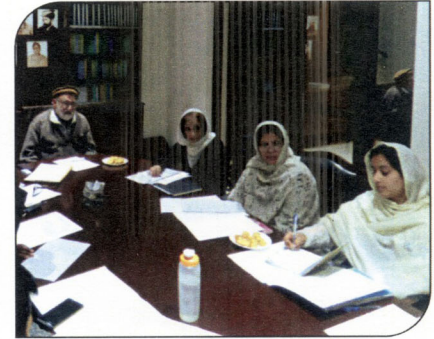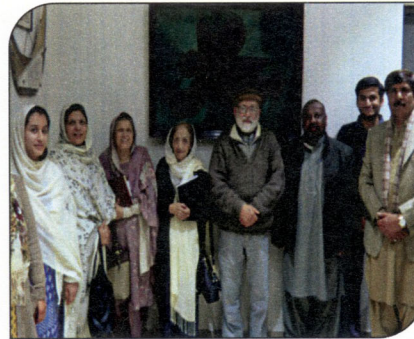
جماعت کی مختلف ذیلی تنظیموں کے ممبران کے ساتھ عہدہ داران کی میٹنگز

تربیتی کورس 2019ء کے مناظر
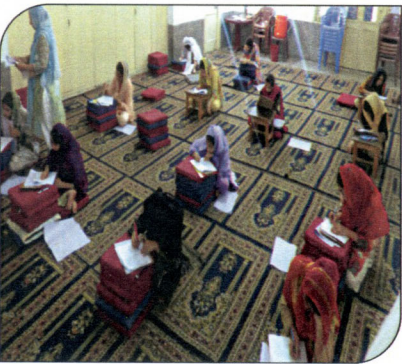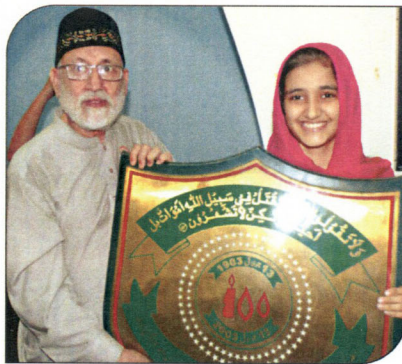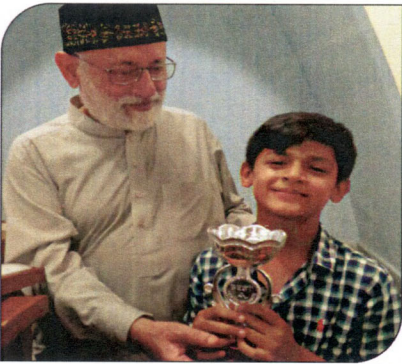
تربیتی کورس 2019ء کے مناظر
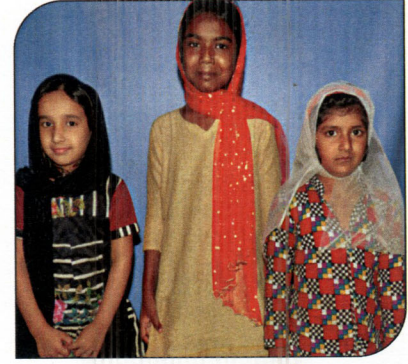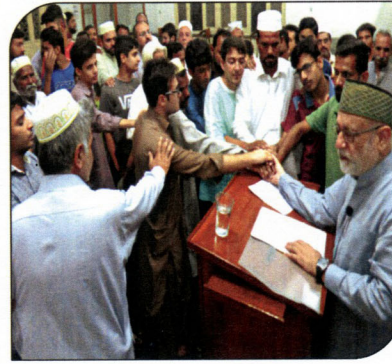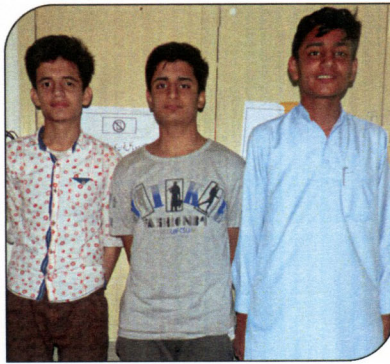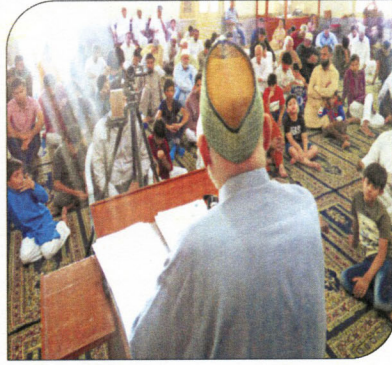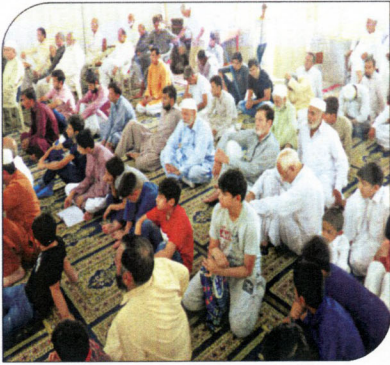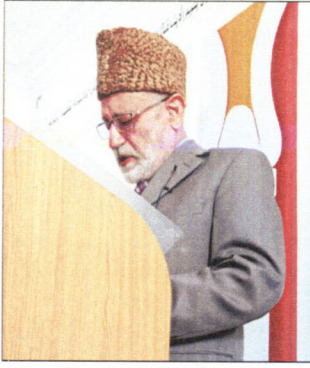
U.K کنونشن کے مناظر
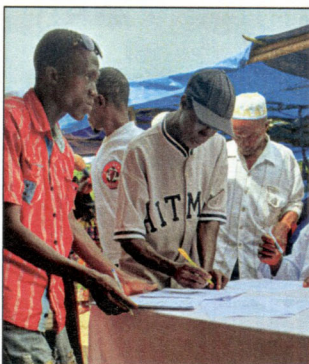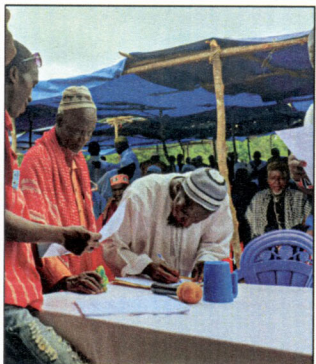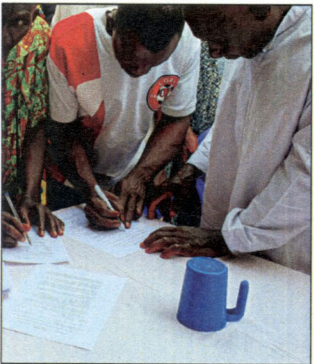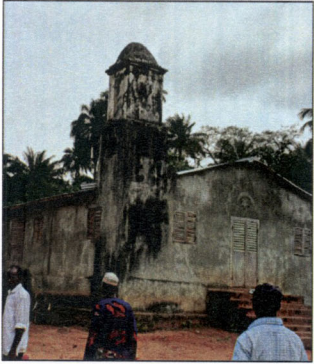
گنی جماعت کے کچھ مناظر

برلن مشن کی سرگرمیوں کی چند جھلکیاں
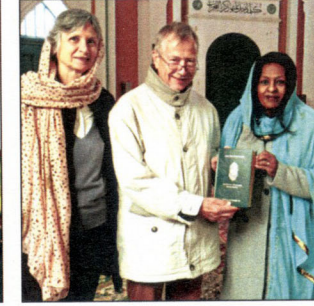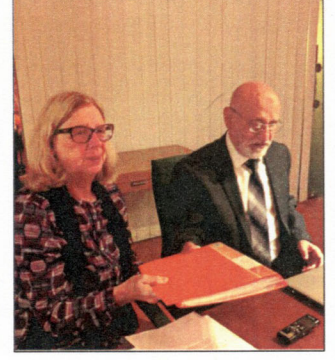
ہالینڈ کے سفیر کے ساتھ اقلیتوں اور انسانی حقوق کے متعلق میٹنگ
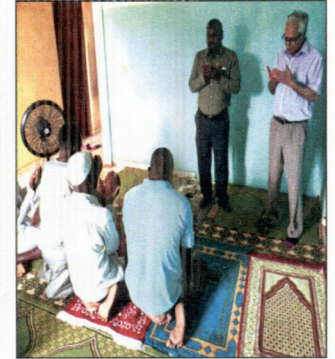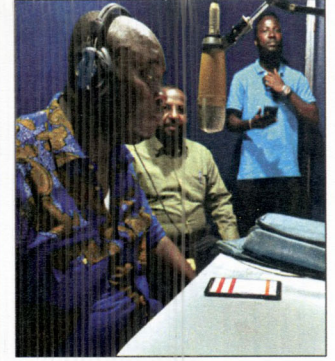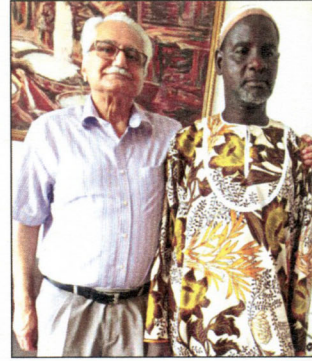
شاہد عزیز صاحب اور فضل حق صاحب کے دورہ آئیوری کوسٹ کے مناظر

مسیح موعود کی کہانی آپ کی اپنی زبانی

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسمان سے وقت پر

میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

حضرت مسیح موعود کے حالات اور دعاوی کی تفصیلات جو آپ نے خود اپنے قلم سے لکھی ہوئی ہیں

میں کچھ مختصر حال اپنا بیان کرتا ہوں اور وہ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے حصے میں لکھا گیا اور میری دعوت میں داخل کیا گیا کسی قدر اس کو لکھتا ہوں کیونکہ میں حکم دیا گیا ہوں کہ وہ دعوت تم تک پہنچاؤں اور قرض کی طرح اس کو ادا کروں۔ سو واضح ہو کہ میں خاندان عزت اور ریاست سے ایک آدمی ہوں اور میرے بزرگ، امیر اور صاحب ملک تھے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ وہ سمرقند سے اس ملک میں آئے تھے اور وقت کے بادشاہ نے ان کو حکومت اور امارت کی خدمت سپرد کی تھی اور فوج اور تلوار ان کو دی گئی تھی۔ پس جبکہ اس ملک پر سکھوں کا زور اور تسلط ہوا اور فساد انگیزی میں انہوں نے حد سے تجاوز کیا تو اس وقت یہ اتفاق ہوا کہ سکھوں نے ہمارا ملک اور تمام املاک چھین لیں اور ہمیں قید کر دیا۔ پھر ہم محض ان کے ظلم کی وجہ سے اپنے دار الریاست سے نکالے گئے اور وہ دن سردی کے وقت سردی سے کانپتے ہوئے اپنے دار الریاست سے نکلے اور مارے غم کے ایسے تھے جیسا کہ کوئی گھٹنوں پر گرا جاتا ہے۔ تب انہوں نے ایک اور ریاست میں ایک عارضی رہائش اختیار کی اور اس ریاست نے کسی قدر نیک سلوک ان کے ساتھ کیا اور بغیر کسی سوال کے ان کی ہمدردی کی اور ان کی تنگدستی کے کچھ نشان دیکھ کر ان پر رحم کیا اگرچہ ان کا سلوک بہت کم اور ناکافی سلوک تھا۔

پھر جب زمانہ دولت برطانیہ کا آیا اور شیطانی غارتوں کا وقت گذر گیا تو ہم اس سلطنت کے ذریعہ سے امن میں آ گئے اور ہمارے بزرگوں نے پھر اپنے وطن کی طرف معہ رفیقان سفر کے مراجعت کی اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتے تھے اور بعض دیہات ہمارے اور بعض مال ہمارے ہمیں واپس دیئے گئے اور ہمارا بخت برگزیدہ پھر ہماری طرف آیا اور وہ خوشیاں باغوں کے پھولوں کی طرح ہمارے وجود میں پھوٹ نکلیں۔ ایک امن کی خوشی اور دوسرے دینی آزادی کی خوشی اور مجھے اپنے معظم اور مکرم بزرگوں کی ریاست سے کچھ حصہ نہیں ملا اور میں اپنے باپ کی موت کے بعد محروموں کی طرح ہو گیا۔

اور میرے پر ایک ایسا زمانہ گذرا ہے کہ بجز چند گاؤں کے لوگوں کے اور کوئی مجھ کو نہیں جانتا تھا یا کچھ ارد گرد کے دیہات کے لوگ تھے کہ روشناس تھے اور میری یہ حالت تھی کہ اگر میں کبھی سفر سے اپنے گاؤں میں آتا تو کوئی مجھے نہ پوچھتا کہ تو کہاں سے آیا اور اگر میں کسی مکان میں اترتا تو کوئی سوال نہ کرتا کہ تو کہاں اُترا ہے اور میں اس گمنامی اور اس حالت کو بہت اچھا جانتا تھا اور شہرت اور عزت اور اقبال سے پرہیز کرتا تھا اور میری طبیعت کچھ ایسی واقعہ ہوئی تھی کہ میں پوشیدہ رہنے کو بہت چاہتا تھا اور میں ملنے والوں سے تنگ آ جاتا تھا اور کوفتہ خاطر ہوتا تھا یہاں تک کہ میرا باپ مجھ سے نومید ہو گیا اور سمجھا کہ یہ ہم میں ایک شب باش مہمان کی طرح ہے جو صرف روٹی کھانے کا شریک ہوتا ہے اور گمان کیا کہ یہ شخص خلوت کا عادی ہے اور لوگوں سے وسیع گہر کے ساتھ میل جول رکھنے والا نہیں سو وہ مجھے اس عادت پر غصہ سے اور تیز کاروں سے ملامت کرتا اور مجھے دن رات اور ظاہر اور در پردہ دنیا کی ترقی کے لئے نصیحت کیا کرتا ہے اور دنیا کی آرائشوں کی طرف رغبت دیتا تھا اور میرا دل خدا کی طرف کھینچا جا رہا تھا اور ایسا ہی میرا بھائی مجھ سے پیش آیا اور وہ ان باتوں میں

میرے باپ سے مشابہ تھا۔

پس خدا نے ان دونوں کو وفات دی اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رکھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ ایسا ہی کرنا چاہیے تھا تا تجھ میں خصومت کرنے والے باقی نہ رہیں اور ان کا الحاح تجھ کو ضرر نہ کرے پھر میرے رب نے مجھے عزت اور برگزیدگی کے گھر کی طرف کھینچا اور مجھے اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ مجھے مسیح موعود بنا دے گا اور اپنے عہد مجھ میں پورے کرے گا اور میں اس بات کو دوست رکھتا تھا کہ گمنامی کے گوشہ میں چھوڑا جاؤں اور میری تمام لذت پوشیدہ اور گم رہنے میں تھی میں دنیا اور دین کی شہرت کو نہیں چاہتا تھا اور میں ہمیشہ اپنی کوشش کی اونٹنی چلاتا گیا کہ میں فانیوں کی طرح پوشیدہ ہوں۔

پس خدا تعالیٰ کے حکم نے میرے پر غلبہ کیا اور میرے مرتبہ کو بلند کیا اور مجھے دعوت مخلوق کے لئے حکم کیا اور جو چاہا کیا وہ احکم الحاکمین ہے۔

اور اسی طرح میں لوگوں سے منقطع ہو چکا تھا اور دنیوی صلح اور جنگ سے فارغ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف جھک گیا تھا اور میں ابھی نوجوان تھا کہ اس بات کو جانتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک امر عظیم کے لئے پیدا کیا ہے اور میری طبیعت ترقی اور قرب رب العالمین کو چاہتی تھی اور میری طبیعت کا سونا خاک کی جڑھ میں چمک رہا تھا۔ بغیر اس کے کہ وہ کھود کر نکالا جائے اور یہ ظاہر کیا جائے اور میرا باپ میرے معاملہ میں غمگین رہتا تھا اور میری آہستگی کی خصلت اور دنیا کے کاموں میں شوخ اور چالاک نہ ہونا اس کو فکر اور غم میں رکھتا تھا۔ اور وہ اس کوشش میں تھا کہ تا ہم اقبال کے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جائیں اور اپنے بزرگوں کی طرح دولت اور امیری کو پالیں، حاصل کلام یہ کہ میرے باپ کا ارادہ تھا کہ ہم دنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جائیں۔

لیکن خدا نے میرے لئے ایک اور رُتبہ کا ارادہ کر رکھا تھا پس جو خدا نے چاہا وہی ہوا۔ اور اس نے سخت سیاہ رات میں جس کے سیاہ اور لمبے بال تھے نور عطا فرمایا اور میرے دل کو امتوں اور قوموں کے روشن کرنے کے لئے روشن کیا اور میرے پر احسان کیا اور مجھے مسیح موعود بنایا جیسا کہ قدیم سے اس کا وعدہ تھا۔

پھر طرح طرح کی مددوں کے ساتھ میری تائید کی اور اپنے نشان دکھلائے اور میرے لئے آسمان پر کسوف و خسوف ظاہر کیا تا کہ دعوے کی راہ چمکے اور کہانیوں کی راہوں کی طرح نہ ہو۔

اور جب میں نے اپنے مسیح موعود ہونے کی خبر کی تو یہ بات اس ملک کے لوگوں پر بہت شاق گذری اور مجھے انہوں نے کافر ٹھہرایا اور میری تکذیب کی اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کرتے اگر حکام کا خوف نہ ہوتا۔ اور وہ یہ حجت پیش کرتے تھے کہ مسیح آسمان سے اُترے گا جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہے اور اس پر اکابر فضلا کا اتفاق ہے اور وہ اسی پر اصرار کرتے تھے اور ہم نے اُن کو سنایا مگر انہوں نے نہ سنا اور ہم نے سمجھایا مگر انہوں نے نہ سمجھا پس ہم نے ارادہ کیا کہ اس دعوت کو دوسری قوموں تک پہنچاؤں اور ان کو پہلوں پر گواہ بنا دیں اور منکروں پر دوبارہ حجت قائم کر دیں۔ اور خدا تعالیٰ سے ہم مدد چاہتے ہیں اور وہی بہتر آقا اور وہی بہتر مددگار ہے۔

اے زمین سُن جو میں کہتا ہوں اور اے آسمان گواہ رہ

اے بھائیو میں اللہ جلشانہ سے الہام دیا گیا ہوں اور علوم ولایت میں سے مجھے علم عطا ہوا ہے میں صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا تا کہ اس اُمت کے دین کی تجدید کروں اور ایک حکم بن کر ان کے اختلافات کو درمیان سے اُٹھاؤں اور صلیب کو آسمانی نشانوں کے ساتھ توڑوں اور قوت الٰہی سے زمین میں تبدیلی پیدا کروں اور اللہ تعالیٰ نے الہام صریح اور وحی صحیح سے مجھے مسیح موعود اور مہدی معہود کے نام سے پکارا اور میں فریبیوں میں سے نہیں اور نہ میں ایسا ہوں کہ میری زبان پر جھوٹ جاری ہوتا اور میں لوگوں کو بدی میں ڈالتا اور جھوٹوں کے انجام کو آپ لوگ جانتے ہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے اور باوجود اس کے میں نے اپنے نفس پر یہ تنگی کر رکھی تھی کہ میں کسی الہام کی پیروی نہ کروں مگر بعد اس کے کہ بار بار خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا اعلان ہوا اور قرآن اور حدیث سے بکلی موافق ہو اور پوری پوری مطابقت ہو۔ پھر اس کارروائی کے لئے ایک یہ شرط بھی میری طرف سے تھی کہ میں الہام کے بارے میں اس کے

کناروں تک نظر ڈالوں اور بغیر مشاہدہ خوارق کے اسے قبول نہ کروں۔ پس بخدا کہ میں نے اپنے الہام میں ان تمام شرطوں کو پایا اور میں نے اس کو سچائی کا باغ دیکھا نہ اس خشک گھاس کی طرح جس میں سانپ ہو۔ پھر یہ الہام اس وقت مجھے ملا جبکہ میرے جگر کے ٹکڑے خدا تعالیٰ کے شوق میں اڑے اور عشاق الٰہی کی موت میرے پر آئی اور کئی قسم کے جلانے سے میں جلایا گیا اور کئی قسم کے خوفوں سے میں کوٹا گیا اور اہل وعیال سے میرا دل کاٹا گیا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کا فعل پورا ہو گیا اور میرا راستہ کھولا گیا اور میرے چاند کا نور مجھ میں بھرا گیا۔ بس اس سے مجھے دو حصے ملے الہام کا نور اور عقل کا نور اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور کوئی اس کے فضل کو رد نہیں کر سکتا۔

پھر میرے الہام غیب کی پیشگوئی سے بھرے ہوئے ہیں اور غیب اللہ جلشانہ کی ذات سے خاص ہے اور ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر اس شخص کو پورا غلبہ بخشے (جو فاسد الخیال اور دنیا کا چاہنے والا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ ایسے آدمی کو دوست پکڑ سکتا ہے جس نے ہلاکت کی دام محض فریب کی راہ سے بچھائی اور لوگوں کو گمراہ کیا اور ہدایت نہ کی اور دین اسلام کو دشمنوں کی طرح ضرر پہنچایا اور نور صدق سے اس کے مطلع کو روشن نہ کیا اور اس کی اصلاح کے لئے کچھ تگ و دو نہ کی بلکہ اپنے جھوٹ کے ساتھ ذہنوں کا زنگ بڑھایا اور اپنے افترا کی باتوں کے ساتھ اُمت میں فتنہ کی گرد وغبار پیدا کر دی۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ مفتریوں کو رسوا کرتا اور ان کی جڑھ کاٹ کر ان کے ساتھ اس کو ملا دیتا ہے جو اُن سے پہلے لعنت کئے گئے ہیں۔

اور پھر یہ بات یاد رکھو کہ ایک مدت سے مجھے الہام ہو رہا ہے جس کو میں نے لوگوں سے ایک عرصہ تک چھپایا اور اپنے تئیں ظاہر نہ کیا پھر میں ظاہر کرنے کے لئے مامور ہوا تب میں نے حکم کی تعمیل کی اور تمہیں حدیثیں پہنچ چکی ہیں اور تم سُن چکے ہو کہ مسیح موعود اور مہدی معہود صلیب کے غلبہ کے وقت ظاہر ہوگا اور صلیبی خرابیوں اور گمراہیوں کی تلافی کرے گا اور مستعد لوگوں کو ہدایت دے گا اور جن کو ان کے نفسانی ننگ اور سرکشی قبول کرنے سے روکے، وہ اتمام حجت کے حربہ سے مقتول کی طرح ہو جائیں گے اور مسیح میں نزول کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ مسیح زرہ اور ہتھیاروں کے ساتھ ظاہر نہیں ہوگا اور کوئی لڑائی اس کو پیش نہیں آئے گی بلکہ اس کی بادشاہت آسمان میں ہوگی اور اس کا حربہ اس کی دعا ہوگی۔

خدا تعالیٰ کی عادت یوں جاری ہوئی ہے کہ وہ بروقت کسی فساد کے تجدید دین کے لئے از سرِ نو توجہ فرماتا ہے۔ پس اسی لئے اس نے میرے پر تجلی کی تا کہ اجساد میں روح پھونکے اور مجھے مسیح اور مہدی بنایا اور تمام سامان رشد کا مجھے عطا فرمایا اور مجھے وصیت کی کہ میں نرم زبانی اختیار کروں اور سختی اور افروختہ ہونے کو چھوڑ دوں۔ مگر کسر صلیب کا لفظ جو حدیثوں میں آیا ہے وہ بطور مجاز کے استعمال کیا گیا ہے اور اس سے مراد کوئی جنگ یا دینی لڑائی اور درحقیقت صلیب کا توڑنا نہیں ہے اور جس شخص نے ایسا خیال کیا اس نے خطا کی ہے بلکہ اس لفظ سے مراد عیسائی مذہب پر حجت پوری کرنا اور دلائل واضح کے ساتھ صلیب کی شان کو توڑنا ہے اور یہی حکم ہے کہ ہم نرمی اور علم کے ساتھ حجت کو پوری کریں اور بدی کے عوض میں بدی نہ کریں مگر اس صورت میں جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے اور اہانت کرنے اور فحش گوئی میں حد سے بڑھ جائے۔

پس ہم عیسائیوں کو گالی نہیں دیتے اور دشنام اور فحش گوئی اور ہتک عزت سے پیش نہیں آتے اور ہم صرف ان لوگوں کی طرف توجہ کرتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بصراحت یا اشارات سے گالیاں دیتے ہیں اور ہم ان پادری صاحبوں کی عزت کرتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہیں دیتے اور ایسے دلوں کو جو پلیدی سے پاک ہیں ہم قابل تعظیم سمجھتے ہیں اور تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کا نام لیتے ہیں اور ہمارے کسی بیان میں کوئی ایسا حرف اور نقطہ نہیں ہے جو ان بزرگوں کی کسر شان کرتا ہو اور ہم صرف گالی دینے والوں کی گالی ان کے منہ کی طرف واپس کرتے ہیں تا اُن کے افترا کی پاداش ہو۔

تین نام جو احادیث صحیح میں بتصریح مذکور ہیں۔ یعنی حکم اور مہدی اور مسیح

اور جیسا کہ روایت کیا گیا ہے حکم کے نام کی یہ وجہ ہے کہ مسیح موعود اُمت کے اختلاف کے وقت میں ظاہر ہوگا اور ان میں اپنے قول فیصل کے ساتھ وہ حکم دے گا جو قریب انصاف ہوگا اور اس کے زمانہ کے وقت میں کوئی عقیدہ ایسا نہیں ہوگا جس میں کئی قول نہ ہوں۔ پس وہ حق کو اختیار کرے گا اور باطل اور گمراہی کو چھوڑ دے گا۔ اور مہدی کے نام کی وجہ جیسا کہ روایت کیا گیا ہے یہ ہے کہ وہ علم کو علماء سے نہیں لے گا اور خدا تعالیٰ کے پاس ہی ہدایت پائے گا جیسا کہ اللہ جلشانہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح سے ہدایت دی اس نے محض خدا تعالیٰ سے علم اور ہدایت کو پایا اور مسیح کے نام کی وجہ جیسا کہ روایت کی گئی ہے یہ ہے کہ وہ دین کی اشاعت کے لئے تلوار اور نیزہ سے کام نہیں لے گا بلکہ تمام مدار اس کا آسمانی برکتوں کے چھونے سے ہوگا اور اس کا حربہ قسم قسم کی تضرع اور دعا ہوگا۔

پس خدا تعالیٰ کا شکر کرو کہ وہ تمہارے زمانہ اور تمہارے ملک میں موجود ہے اور وہی تو ہے جو اس وقت تم سے کلام کر رہا ہے اور یہ وہ دن ہے جن میں برکات نازل ہو رہے ہیں اور نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور ایمان کا مسافر اپنے وطن کی طرف رجوع کر رہا ہے اور اس کے معدن سے علم کے موتی نکل رہے ہیں یہ وہ دن ہے جس سے کفار کے دلوں میں دھڑکا بیٹھ گیا ہے اور غلبۂ وقت کی وجہ سے ابرار کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ظاہر ہو رہے ہیں۔

یہ دن غافلوں کے جاگنے کا دن اور بھاگنے والوں کی رقت قلب کا دن ہے اور یہ دن قبول اور ردّ کا دن ہے اس میں قبول کرنے والوں کے منہ کشادہ اور خنداں اور پہچاننے والے ہیں اور ردّ کرنے والوں کے منہ ترش اور بدشکل اور ناشناس ہیں اور جس نے صدق کے پاس آکر اس کی تصدیق کی اس نے نئے سرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اپنے امر متفرق کو جمع کر لیا اور جس نے اعراض اور انکار کر کے صادق کی تکذیب کی۔ وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہو گیا اور کچھ نہ ڈرا یہ میرا قول نہیں بلکہ یہی خدا تعالیٰ نے تاکید فرمایا ہے۔ میرے مبعوث ہونے کے ساتھ تمام زاہد اور عابد آزمائے گئے اور مجھے وہی دل جانتے ہیں جو بدلائے گئے اور مستقیم کئے گئے۔

مگر اس ملک کے اکثر علماء کا دل مر گیا اور خدا تعالیٰ نے ان کا نور ہدایت اور زیرکی چھین لی مجھے اکثر کافر کہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ کس کو کہہ رہے ہیں اور حق سے منہ پھیرتے ہیں اور قبول نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کے نشان دیکھتے ہیں اور پھر ہدایت نہیں پاتے اور مجھے گالیاں دیتے ہیں اور میری بیخکنی کے لئے کوشش کرتے اور منصوبے بناتے ہیں اور مجھ سے اور میری جماعت سے ٹھٹھا کرتے اور بُرے بُرے نام رکھتے ہیں اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

پھر اے بزرگوں کے گروہ آپ لوگوں کو معلوم ہو کہ مجھے کئی سال سے الہام ہو رہا ہے اور میں اس بات کو عام و خاص جس کے اترنے کے لئے اس امت کو وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ صلیبی فتنوں کے شائع ہونے کے وقت اترے گا وہ یہی بندہ ہے جو صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا اور حکم کیا گیا ہے تا خدا تعالیٰ کی حجت اہل صلیب پر پوری کرے اور دلائل قاطعہ کے ساتھ ان کے غلو کو توڑے اور تمام کفار کا قطع عذر کرے اور جو لوگ بے توشہ ہو رہے ہیں ان کو متاع جدید عطا فرمائے اور خدا تعالیٰ کے ڈھونڈنے والوں کو خوشخبری دے یعنی ان لوگوں کو جو خدا تعالیٰ کی رضامندی کی راہوں کو ڈھونڈتے ہیں اس نبی پر خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام پاک بندوں کی طرف سے درود ہو اور میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ یہ وقت مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہے اور ہمارے رب کی بات صدق اور سچائی سے پوری ہوگی اور اس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور کس طرح پورا نہ کرتا اور اس کے وعدے کی مدت بہت گذر گئی تھی اور تمام نشانیاں پوری ہو چکی تھیں۔

(اُردو ریویو آف ریلیجنز فروری ۱۹۰۳ء)

☆☆☆☆

ہمارے ایک مخلص اور قابل فخر عالم اور مصنف

جن کو اُردو اور انگریزی میں تصنیف کے تمام علمی اور تکنیکی پہلوؤں پر منفرد دسترس حاصل ہے

حضرت مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمہ اور تفسیر قرآن بلا متن کی نظر ثانی ایڈیشن (2010ء) اور ان کے ''صحیح بخاری'' جلد اوّل کے انگریزی ترجمہ بمعہ مختصر حواشی میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی قابلیت اور فنی مہارت کا نہایت خوبصورت انداز میں مظاہرہ کیا ہے

ڈاکٹر زاہد عزیز۔ ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کا مختصر تعارف

از: ناصر احمد (انگلستان)

آپ محترم عزیز احمد صاحب، ایم ایس سی اور بیگم اختر جبین عزیز صاحبہ ایم، اے۔ ایم۔ ایڈ کے فرزند اور ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے پوتے اور حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی صاحب کے نواسے ہیں۔ ان کی پیدائش لاہور میں نومبر 1951ء میں ہوئی۔ ان کی ابتدائی تعلیم مسلم ماڈل جونیر سکول اور سنٹرل ماڈل ہائی سکول لاہور میں ہوئی۔ ان کے والدین 1963ء میں بچوں کے ساتھ انگلستان آ گئے۔ 1964ء میں زاہد عزیز صاحب نے ساؤتھ ہمٹن، انگلستان کے ممتاز ٹونٹن گریمر سکول میں داخلہ لیا اور 18 سال کی عمر تک اسی تعلیمی ادارہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ 1973ء میں آپ نے حساب کے مضمون میں امپیریل کالج آف لندن سے بی ایس سی کی ڈگری حاصل کی اور پھر مانچسٹر یونیورسٹی سے کمپیوٹر اور حساب کے سلسلہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ 1975ء میں ان کی شادی حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی نواسی اور بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ کی بیٹی آنسہ فوقیہ علی سے ہوئی۔ 1978ء میں ڈاکٹر صاحب مانچسٹر سے ناٹنگھم منتقل ہو گئے۔ جہاں آپ ناٹنگھم یونیورسٹی میں کمپیوٹر کے شعبہ میں نیومیریکل ٹیکنیک میں طلباء کو تحقیق میں بطور استاد کے رہنمائی کرتے رہے۔ 2013ء میں آپ نے از خود ریٹائرمنٹ لے لی تاکہ دینی کام اور تصنیف میں ہمہ وقت کام کر سکیں۔

تحریک احمدیہ لاہور کے انگریزی اور اُردو کی کتب کو پڑھنے کا ان کو نوجوانی سے شوق تھا۔ اپنے تعلیمی زمانہ میں ڈاکٹر صاحب نے اس مطالعہ کو جاری رکھا اور اسلام اور تحریک احمدیت کے نظریات اور علم کلام پر کافی حد تک عبور حاصل کیا۔ اس دوران انہوں نے انگریزی اور اُردو زبانوں میں قابل تعریف قدرت حاصل کی۔ چنانچہ ملازمت کے دوران اور بعد میں بھی انگلستان اور امریکہ میں کتب کی نظر ثانی اور کتب کے تراجم اور تدوین میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔

نظر ثانی کے کاموں میں دو نہایت اہم کام حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی لاجواب کتاب ''محمد ان ورلڈ سکرپچرز'' حصہ اول ہے جس میں دیگر مذاہب کی تعلیمات اور ان میں درج رسول اکرم صلعم کی آمد سے متعلق پیشگوئیوں پر پہلی دفعہ دنیا کو اس علمی خزانے کو کھنگال کر پیش کیا گیا۔ یہ کام اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ دوسرا کام حضرت مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن اور تفسیر کی خود ان کی تحریرات کی روشنی میں نظر ثانی کی بلکہ اس کے انڈیکس میں قابل قدر اضافہ بھی کیا۔ اور اس میں حواشی کو نئے سرے سے ایسے طریق پر نمبر لگائے کہ نہ صرف قاری کو فوراً متعلقہ آیت کا پتہ لگ جاتا ہے بلکہ اسی بنا پر انگریزی ترجمہ بمعہ حواشی کی آڈیو ریکارڈنگ میں سہولت فراہم ہوگئی۔ اور اب یہ آڈیو ریکارڈنگ وسیع پیمانے پر سننے والوں کو اس انگریزی ترجمہ قرآن سے استفادہ کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ آپ نے ملازمت سے چھٹی لے کر کئی سالوں تک مختلف اوقات میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اوہائیو (امریکہ) کی 1990ء سے لے کر 2005ء تک متعدد

کتب کی دوبارہ اشاعت اوران کی نظرثانی کا کام کیا۔جواپنی جگہ ایک قابل قدر کام ہے ۔ اس دوران ڈاکٹر صاحب نے امریکہ جماعت کے ویب سائیٹ www.muslim.org کی نہ صرف ابتدا کی بلکہ اس کی تدوین اور ڈیزائنگ میں خاطرخواہ کام کیا۔

آپ1991ء سے2003ء تک امریکہ سے شائع ہونے والے''لائٹ اور اسلامک ریویو'' کے مدیر رہے۔اور جب صرف''لائٹ'' انگلستان سے لندن جماعت نکالتی رہی تواس کے2006ء سے2010ء تک مدیر بھی رہے۔

2007ء میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب''اسلام پیس اینڈ ٹولرنس''یعنی اسلام امن اوررواداری لکھی اور پھراس کی2017ء میں نظرثانی کی۔موضوع کے لحاظ سے یہ بڑی اہم تصنیف تھی اور پھر موثر انداز میں ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پرقرآن مجیداوراحادیث کی رو سے روشنی ڈالی اور جہاد کے غلط تصور کورد کیا۔قارئین نے اس کو بے حد پسند کیا۔چنانچہ اس کتابچہ کے اُردو انڈونیشیاء اور ڈچ زبانوں میں تراجم بھی شائع ہوچکے ہیں۔جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد کے بارے میں ڈاکٹر صاحب اکثر اُردو اور انگریزی میں تقاریر اورتحریرات شائع کرتے رہتے ہیں لیکن ان کا ایک حالیہ کتابچہ''ٹروسکسیشن'' دونوں جماعتوں کے بنیادی اختلاف یعنی''انجمن حقیقی جانشین ہے یاشخصِ واحد''پرنہایت مفیداضافہ ہے۔

اس میں''احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور'' کی1914ء میں بنیادرکھنےاور اس کی وجہ تسمیہ کے متعلق تاریخی واقعات اور حقائق مختصراًبیان کئے گئے ہیں اوراسی طرح2017ء میں''حضرت مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن بمعہ تفسیر کے بارے میں ایک مختصر لیکن جامع کتابچہ بھی انہوں نےتحریر کیا۔

ابھی حال میں ان کا نہایت قابل قدر کام حضرت مولانا محمد علی صاحب کے صحیح بخاری کا اُردو ترجمہ اور حواشی''فضل الباری'' کے انگریزی ترجمہ جلداول کی اشاعت ہے۔اس کام کی کچھ تفصیل انہوں نے اپنے پیش لفظ میں بیان کی ہے جس کا اُردو ترجمہ اسی اشاعت میں پیش کیا جارہا ہے تاکہ احباب کوانگریزی میں اس اشاعت کی اہمیت کا اندازہ ہوسکے۔ یہ کتاب اس ماہ کے آخر میں چھپ کر انگلستان سے شائع ہوجائے گی۔اس کے تقریباً1100صفحات ہیں۔

☆☆☆☆

ملفوظات: حضرت مسیح موعود مجدد صد چہاردہمؒ

وہ دیکھتا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں

نماز تمام سعادتوں کی کنجی ہے اور جب تو نماز کے لئے کھڑا ہوتو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہری وضوکرتے ہوایسا ہی ایک باطنی وضوبھی کرواور اپنے اعضاء کو غیراللہ کے خیال سے دھوڈالوتب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہوجاؤ اورنماز میں بہت دعا کرواور روناگڑگڑانا اپنی عادت کرلوتاتم پررحم کیا جائے۔سچائی اختیار کروسچائی اختیار کرو وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں کیا انسان اس کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے کیا اس کے آگے بھی مکاریاں پیش کی جاتی ہیں۔نہایت بدبخت آدمی ہے وہ جو اپنے فاسقانہ افعال اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں دیکھ رہا تب وہ بہت جلد ہلاک ہوجاتا ہے۔اور خدائے تعالےٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

عزیزو!اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہےاوراس دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے جوایمانی نورکونہایت درجہ گھٹادیتا ہےاور بے باکیاں پیدا کرتا ہےاورقریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے سوتم اس سے اپنے تئیں بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو جوغریب اور مسکین ہواوربغیرچوں چرا کے حکموں کو ماننے والے ہوجاؤ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

انسان کا مقصدِ تخلیق

آفتاب احمد (واعظ)

اگر ہم اپنی نظر سے جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز کو با مقصد تخلیق کیا گیا ہے۔اس دنیا کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس کی پیدائش عبث اور بے مقصد ہے۔خود قرآن حکیم اس حقیقت کی شہادت یوں دیتا ہے:

ترجمہ:''وہ جو اُٹھتے ، بیٹھتے اور لیٹتے ہر حالت میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور زمین وآسمان کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں وہ بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے کار اور بے مقصد پیدا نہیں کیا۔''

(سورۃ الانفال:191)

یہاں با مقصد تخلیق کا یہ اعتراف تو انسانوں کی زبان سے کروایا گیا ہے۔ اب خود اللہ رب العزت اعلان فرماتا ہے:

ترجمہ:''اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے مقصد نہیں بنایا بلکہ ہم نے تو اس کو ایک خاص مقصد کے لئے بنایا ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔''(سورۃ دُخان:39)

لہذا اسلامی تعلیمات کے مطابق کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز ایک خاص حکمت کے تحت اور ایک خاص وقت تک اپنا کام کر رہی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز با مقصد تخلیق کی ہے تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ اس کائنات کی سب سے اشرف و افضل مخلوق ''انسان'' کو یوں ہی بے کار اور بے مقصد اور صرف موج مستی یا کھانے پینے کے لئے پیدا کیا گیا ہو۔یہ امر نا قابل اعتبار ہے۔

قرآن واضح کرتا ہے:

''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے بہتر جدوجہد کون کرتا ہے اور وہی عزت والا بخشنے والا ہے۔''

(سورۃ ملک:2)

''اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے اور یہ کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں میں ان سے کسی روزی کا طلبگار نہیں۔اور نہ ہی میں چاہتا ہوں کہ مجھے کھلائیں۔''

(سورۃ الذاریات:55تا57)

اس آیت نے بڑی صراحت کے ساتھ انسانی زندگی کا مقصد اور اس کی غرض تخلیق بیان کر دی کہ انسانوں کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی کسی اپنی حاجت کے لئے نہ تھا کیونکہ وہ ذات تو بے نیاز اور غنی ورازق ہے۔

جو لوگوں میں ایک تصور پایا جاتا ہے کہ عبادات اور بندگی سے مراد صرف نماز ،روزہ، حج اور زکوٰۃ ہے۔یہ تصور غلط ہے۔اگر عبادت سے مراد محض نماز ہو تو وہ تو دن میں پانچ وقت کے لئے فرض ہے بقیہ اوقات میں نہیں اس لئے یہ تصور لازم آئے گا کہ خدائے تعالیٰ نے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چند لمحات پانچ نمازوں کے لئے مقرر کر کے انسان کو اپنے مقصد اور نصب العین کی طرف متوجہ کیا۔اور باقی سارا وقت اسے اصل مقصد تخلیق سے بے نیاز ہو کر گزارنے کے لئے چھوڑ دیا؟

اور اسی طرح اگر عبادت سے مراد محض روزہ ہو تو وہ تو سال میں صرف ایک ماہ کے لئے فرض ہے۔اسی طرح اگر عبادت کا مقصد محض زکوٰۃ ہو تو وہ بھی سال میں صرف صاحب حیثیت پر ایک مرتبہ فرض ہے۔اور اگر ہم حج کو دیکھیں تو وہ بھی صاحب استطاعت کے لئے عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عبادت ،روزہ، حج، زکوٰۃ نہیں تو پھر عبادت کا مطلب کیا ہے؟اس کا خود قرآن حکیم نے ان الفاظ میں جواب دیا:

''نیکی (یعنی اصل عبادت) یہ نہیں کہ تم اپنا رُخ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو۔بلکہ اصل نیکی یا عبادت یہ ہے کہ اللہ پر، روز قیامت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔اللہ سے محبت کی خاطر اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں،

مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلاموں کو آزاد کرنے پر خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے، جب وعدہ کرے تو اُسے پورا کرے اور مصائب و مشکلات اور جنگ میں صبر کرے ایسے ہی لوگ سچے اور متقی و پرہیز گار ہیں'' (البقرہ:177)

اس لئے خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اصل زندگی اور روحِ عبادت جو انسانی زندگی کا نصب العین اور مقصد ہے وہ ہر حال میں رضائے الٰہی کا حصول ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں عبادت کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے کہ ''ساری عبادتوں کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں ایک امر الٰہی کی تعظیم، دوسرے خلق اللہ پر شفقت یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی۔

اس عبادت سے یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کی تخلیق کی غرض دو اُنسوں یا محبتوں میں کمال حاصل کرنا ہے تب جا کر انسان، انسان کہلانے کے قابل ہوتا ہے یعنی اللہ کا اُنس اور اس کی مخلوق کا اُنس۔ اور یہ دونوں اسی وقت انسان کو حاصل ہوتے ہیں جب انسان اللہ کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے اس تک پہنچ جاتا ہے اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے جیسا کہ سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اور اللہ کی طرف سے رضا کا حاصل ہو جانا سب سے بڑی نعمت ہے''۔

حضرت مسیح موعود انسانی پیدائش کی غرض کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''انسان کی پیدائش کی علت غائی یہی عبادت ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا ہے **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**۔ عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی قساوت، کجی کو دُور کر کے دل کی زمین کو ایسا صاف بنا دے۔ جیسے زمیندار زمین کو صاف کرتا ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ مور معبد۔ جیسے سُرمہ کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر، پتھر ناہمواری نہ رہے اور ایسی صاف ہو کہ گویا رُوح ہی رُوح ہو۔ اس کا نام عبادت ہے۔ چنانچہ اگر یہ درستی اور صفائی آئینہ کی کی جاوے تو اُس میں شکل نظر آ جاتی ہے۔ اور اگر زمین کی جاوے تو اُس میں انواع و اقسام کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس انسان جو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری، کنکر، پتھر نہ رہنے دے تو اُس میں خدا نظر آئے گا''۔ (ملفوظات جلد دوم)

''انسان کی پیدائش کی اصل غرض اور مقصد یہ ہے کہ وہ خدا ہی کے لئے ہو جائے اور گناہ اور اسکے محرکات سے بہت دُور رہے، اس لئے کہ جوں جوں بدقسمت انسان اس میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسی قدر اپنے اصل مدعا سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر گرتے گرتے ایسی سفلی جگہ پر جا پڑتا ہے جو مصائب اور مشکلات اور ہر قسم کی تکلیفوں اور دُکھوں کا گھر ہے جس کو جہنم بھی کہتے ہیں۔

دیکھو انسان کا اگر کوئی عضو اپنی اصلی جگہ سے ہٹا دیا جائے مثلاً بازو ہی اگر اُتر جاوے یا ایک انگلی یا انگوٹھا ہی اپنے اصلی مقام سے ہٹ جاوے تو کس قدر درد اور کرب پیدا ہوتا ہے۔ یہ جسمانی نظارہ رُوحانی اور اُخروی عالم کے لئے ایک زبردست دلیل ہے اور جہنم کے وجود پر ایک گواہ ہے۔ گناہ یہی ہوتا ہے کہ انسان اس مقصد سے جو اس کی پیدائش سے رکھا گیا ہے۔ دُور ہٹ جاوے۔ پس اپنے محل سے ہٹنے میں صاف درد کا ہونا ضروری ہے تو شرک ایسی چیز ہے کہ جو انسان کو اس کے اصل مقصد سے ہٹا کر جہنم کا وارث بنا دیتا ہے''۔ (ملفوظات جلد سوئم)

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جو کوئی بھی اس کوشش میں لگ جاتا ہے کہ خدا کی رضا پائے اللہ اس کو اس کی کوشش میں ضرور کامیاب کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

''جو خدا تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے خدا اُس کا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی طرف آنے والے کی سعی اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا۔ یہ ممکن ہے کہ زمیندار اپنا کھیت ضائع کر لے۔ نوکر موقوف ہو کر نقصان پہنچا دے۔ امتحان دینے والا کامیاب نہ ہو۔ مگر خدا کی طرف سعی کرنے والا کبھی بھی ناکام نہیں رہتا۔ اس کا سچا وعدہ ہے کہ **والذین جاھدو فینا لنھد ینھم سبلنا**۔ خدا تعالیٰ کی راہوں کی تلاش میں جو جویا ہوا وہ آخر منزل مقصود پر پہنچا۔ دنیوی امتحانوں کے لئے تیاریاں کرنے والے، راتوں کو دن بنا دینے والے طالب علموں کی محنت اور حالت کو ہم دیکھ کر رحم کھا سکتے ہیں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ جس کا رحم اور فضل بیحد اور بے اَنت ہے۔ اپنی طرف آنے والے کو ضائع کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ **ان اللّٰہ لا یضیع اجرا لمحسنین**۔ اور پھر فرماتا ہے **من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ**۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال ہزار ہا طالب علم سالہا سال کی

محنتوں اور مشقتوں پر پانی پھرتا ہوا دیکھ کر روتے رہ جاتے ہیں اور خود کشیاں کر لیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل عمیم ایسا ہے کہ وہ ذرا سے عمل کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ انسان دنیا میں ظنی اور وہمی باتوں کی طرف تو اس قدر گرویدہ ہو کر محنت کرتا ہے کہ آرام اپنے اُوپر گویا حرام کر لیتا ہے۔ اور صرف خشک اُمید پر کہ شاید کامیاب ہو جاویں۔ ہزار ہا رنج اور دُکھ اُٹھاتا ہے۔ تاجر نفع کی امید پر لاکھوں روپے لگا دیتا ہے مگر یقین اسے بھی نہیں ہوتا کہ ضرور نفع ہی ہوگا۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے کی (جس کے وعدے یقینی اور حتمی ہیں کہ جس کی طرف قدم اُٹھانے والے کی ذرا بھی محنت رایگاں نہیں جاتی) میں اس قدر دوڑ دھوپ اور سرگرمی نہیں پاتا ہوں۔ یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے؟ وہ کیوں نہیں ڈرتے۔ کہ آخر ایک دن مرنا ہے۔ کیا وہ ان ناکامیوں کو دیکھ کر بھی اس تجارت کے فکر میں نہیں لگ سکتے۔ جہاں خسارہ کا نام ونشان ہی نہیں۔ اور نفع یقینی ہے۔ زمیندار کس قدر محنت سے کاشتکاری کرتا ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ نتیجہ ضرور راحت ہی ہوگا۔۔۔۔ پس خدا تعالیٰ کی معرفت چاہو اور اُسی کی طرف قدم اُٹھاؤ، کامیابی اسی میں ہے''۔

انبیاءؑ، صحابہ کرامؓ، تابعین اور اس کے ساتھ ساتھ جتنے بھی ولی اللہ گزرے ہیں ان سب نے اپنے مقصد حیات کو سمجھا، جانا اور اس پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ اس معاشرہ میں ایک اچھے انسان کی طرح زندگی گزار سکیں۔ اور اللہ کی رضا کے حصول کے لئے جہاں تعظیم لا امر اللہ کا خیال کریں وہیں شفقت علی خلق اللہ کی طرف بھی پوری توجہ کریں۔

اپنے لئے تو سب جیتے ہیں اس جہاں میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا
سب سے بڑی عبادت انساں سے پیار کرنا
اپنا لہو بہا کر دوسروں کی مانگ بھرنا
انسان وہی بڑا ہے جس نے یہ راز جانا
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

☆☆☆☆

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو

(منظوم کلام: حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صد چہاردہمؒ)

اے حب و جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں
اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
دیکھو تو جا کے ان کے مقابر کو اِک نظر
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر
اِک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اِک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے
اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے
پھر دفن کر کے گھر میں تاسف سے آئیں گے
اے لوگو! عیش دنیا کو ہر گز وفا نہیں
کیا تم کو خوف مرگ و خیال فنا نہیں
سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے
کس نے بلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے
وہ دن بھی ایک دن تمہیں یارو نصیب ہے
خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے
ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو
جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی
دیوار زہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کی نظر میں

فضل حق (اسسٹنٹ سیکرٹری)

یہود و نصاریٰ کا اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم سے بغض وعناد کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، انہوں نے حضور نبی کریم صلعم اور اسلام کے متعلق جو زہر اُگلا تاریخ کے صفحات ان سازشوں اور حربوں سے بھرے پڑے ہیں۔ مغربی علماء، دانشور اور مصنفین نے پیغمبر اسلام صلعم اور اسلام کے خلاف اتنے گمراہ کن اور جھوٹے پروپیگنڈے پھیلائے کہ اسلامی معاشرت وقوانین کے متعلق غلط تصورات رواج پا گئے۔ کہیں تو مسلمانوں کو دہشتگرد اور جنگجو دکھایا گیا جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے اور کہیں براہ راست حضور اکرم صلعم کی ذات اقدس پر حملے کیے گئے۔ لیکن اس حقیقت کے ادراک پر قلب وجان فرط مسرت سے جھومنے لگتے ہیں کہ ہر صدی، ہر عہد اور ہر دور کے صاحب ادب وفن نے اپنا بہترین اثاثہ فکر بارگاہ نبویؐ کی نذر کیا ہے۔ ہر قرن میں چشم فلک نے تمام مذاہب کے اہل قلم کے قافلوں کو ارض طیبہ کی جانب بڑھتے دیکھا۔ مسلم ہی نہیں غیر مسلم بھی، اپنے ہی نہیں بلکہ بیگانے بھی سرور کونینؐ کی بارگاہ میں عقیدت کے نذرانے پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

حضور اکرم صلعم کو اپنی جان، مال، اولاد سے بھی بڑھ کر محبوب رکھنا مسلمان کے ایمان کی تو دلیل ہے ہی مگر ایک غیر مسلم کا بارگاہ نبویؐ میں اظہار عقیدت کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کا ذوق پاکیزہ اور بصیرت بے عیب ہے کیونکہ آفتاب کو اگر کوئی آفتاب کہہ کر پکارے تو آفتاب پر کوئی احسان نہیں بلکہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس شخص کی بصیرت ابھی زندہ ہے۔

جیمز اے مچز۔ ''اسلام: ایک غلط سمجھا گیا دین''

انسان کامل، محمد جو ۵۷۰ء میں ایک ایسے قبیلے میں پیدا ہوئے جو بتوں کو پوجتا تھا، پیدائشی یتیم تھے، وہ خاص طور پر غریبوں اور ضرورت مندوں، بیواؤں اور یتیموں، غلاموں اور پسے ہوؤں کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے، بیس سال کی عمر میں وہ ایک کامیاب تاجر بن گئے تھے اور ایک دولتمند بیوہ کے لئے تجارتی منتظم بن گئے تھے۔ جب پچیس سال کے ہوئے تو ان کی آجر ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے انہیں رشتہ بھیجا اور باوجود اس کے کہ وہ ان سے ۱۵ سال بڑی تھیں، نا صرف شادی کی بلکہ جب تک وہ زندہ رہیں اپنے آپ کو اپنی بیوی کے لئے وقف رکھا''۔

''ہر بڑے پیغمبر کی طرح وہ بھی خدا کے الفاظ و پیغام کو محض اپنی بشری کمزوریوں کی وجہ سے دہرانے میں متردو تھے۔ لیکن فرشتہ نے انہیں حکم دیا کہ ''پڑھ'' امی ہونے کے باوجود انہوں نے وہ الفاظ دوہرائے جنہوں نے زمین کے ایک بڑے حصے میں انقلاب برپا کردیا ''خدا ایک ہے''

''محمد سب سے زیادہ عملیت پسند تھے جب ان کے پیارے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا، تو اسی دن سورج گرہن ہوا جس کو خدا کی طرف سے تعزیت قرار دیا جانے لگا۔ جس کے رد میں محمد کو یہ کہنا پڑا کہ گرہن لگنا قدرت کا ایک نظام کے تحت ہے۔ کسی کی زندگی اور موت کو اس سے منسوب کرنا حماقت ہے۔''

''محمد کی وفات پر جب لوگوں کو یقین نہیں آرہا تھا تو اُن کے جانشین نے اس ہسٹیریا کو ایک تاریخی، انتہائی اعلیٰ و بہترین خطاب سے رفع کیا کہ ''اگر تم میں سے کوئی محمد کی پرستش کرتا تھا تو محمد وفات پاچکے ہیں لیکن اگر تم خدا کی پرستش کرتے ہو تو وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ (جیمز اے مچز۔ ''اسلام: ایک غلط سمجھا گیا دین''۔ ریڈرز ڈائجسٹ۔ مئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۶۸۔۷۰)

مائیکل ایچ ہارٹ

مائیکل ہارٹ ایک امریکی ادیب اور عیسائیت کا پیروکار تھا۔ اس نے "The 100" کے نام سے عہد ساز شخصیتوں کے کارناموں پر مشتمل ایک کتاب لکھی۔ جس میں اس نے حضرت محمد صلعم کو سرفہرست رکھا اور اس کی وجہ یوں لکھی: ''اگر مارکونی ریڈیو ایجاد نہ کرتا تو چند سالوں بعد کوئی دوسرا آدمی یہ کارنامہ سرانجام دے سکتا تھا۔ سپین کا برنانڈ و اگر منظر عام پر نہ آتا تب بھی سپین میکسیکو پر قبضہ کر لیتا۔ ماہر حیاتیات چارلس ڈارون اگر تحقیق وجستجو نہ کرتا تب بھی نظریہ ارتقاء چند سالوں میں دنیا کے علم میں آجاتا۔ لیکن حضرت محمد صلعم وہ شخصیت ہیں کہ جو کارنامے انہوں نے سرانجام دیئے کسی دوسرے کے ہاتھوں انجام نہ پاسکتے تھے۔''

ایک مقام پر لکھتا ہے کہ ''ممکن ہے کہ انتہائی متاثر کن شخصیات میں محمد کا شمار سب سے پہلے کرنے پر کچھ لوگ حیران ہوں تو کچھ اعتراض کریں۔ لیکن یہ وہ واحد تاریخی ہستی ہیں جو کہ مذہبی اور دنیاوی دونوں محاذوں پر یکساں طور پر کامیاب رہے۔''

''ہم جانتے ہیں کہ ساتویں صدی عیسوی میں عرب فتوحات کے انسانی تاریخ پر اثرات ہنوز موجود ہیں ۔ یہ دینی اور دنیاوی اثرات کا ایسا بینظیر اشتراک ہے جو میرے خیال میں محمد کو انسانی تاریخ میں سب سے متاثر کن شخصیت قرار دینے کا جواز دیتا ہے۔ (مائیکل ایچ ہارٹ۔۱۰۰۔عظیم آدمی)

نپولین بونا پارٹ:

یہ1799ء میں فرانس کا صدر منتخب ہوا اور 1804ء میں شہنشاہ بن گیا۔ تاریخ اسے فاتح اعظم کے نام سے یاد کرتی ہے۔ حضور سید عالم صلعم کو ان الفاظ کے ساتھ خراج تحسین پیش کرتا ہے:

''حضرت محمد صلعم کی ذات گرامی ایک مرکز ثقل تھی جس کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ ان کی تعلیمات نے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور ایک گروہ پیدا ہو گیا جس نے چند ہی سالوں میں اسلام کا غلغلہ نصف دنیا میں بلند کر دیا۔ اسلام کے ان پیروکاروں نے دنیا کو جھوٹے خداؤں سے چھڑا لیا انہوں نے بت سرنگوں کر دیئے۔ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں نے پندرہ سو سالوں میں کفر کی اتنی نشانیاں منہدم نہ کی تھیں جتنی انہوں نے پندرہ سالوں میں کر دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد صلعم کی ہستی بہت ہی بڑی تھی''۔ (پیغمبر اسلام صلعم غیر مسلموں کی نظر میں)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے ''مجھے امید ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب میں تمام ممالک کے پڑھے لکھے اور دانشمند لوگوں کو جمع کر سکوں گا اور قرآن کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ایک ہمہ جہت عالمی نظام حکومت قائم کر لوں گا کہ جو سچائی پر مبنی ہوگا اور انسان کو حقیقی مسرت دے سکے گا۔'' (نپولین بونا پارٹ۔'' بونا پارٹ ایٹ اسلام'' پیرس۔۱۹۱۴ء)

سوامی برج نارائن سنیاسی بی اے

حقیقت بہر حال حقیقت ہے۔ اگر بغض وعناد کی پٹی آنکھوں سے ہٹا دی جائے تو پیغمبر اسلام صلعم کا نورانی چہرہ ان تمام داغ دھبوں سے پاک وصاف نظر آئے گا جو بتلائے جاتے ہیں۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ خدا نے پیغمبر اسلام صلعم کو تمام کائنات کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے اور کائنات میں عالمِ انسان، عالمِ حیوان، عالمِ نباتات اور عالمِ جمادات سب شامل ہیں۔

(نقوش رسول نمبر ص487)

کملا دیوی بی اے بمبئی

''اے عرب کے مہارشی آپ وہ ہیں جن کی شکشا سے مورتی پوجا مٹ گئی اور ایشور کی بھگتی کا دھیان پیدا ہوا۔ بے شک آپ نے دھرم سیوکوں میں وہ بات پیدا کر دی کہ ایک ہی سمے کے اندر وہ جرنیل کمانڈر اور چیف جسٹس بھی تھے اور آتما کے سدھار کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ نے عورت کی مٹی ہوئی عزت کو بچا لیا اور اس کے حقوق مقرر کیے۔ آپ نے اس دکھ بھری دنیا میں شانتی اور امن کا

پرچار کیا اور امیر وغریب سب کو ایک سبھا میں جمع کیا۔ (الامان دہلی)

مہاتما گاندھی

میرا اس پر یقین پہلے سے بڑھ چکا ہے کہ یہ تلوار نہیں تھی جس کے ذریعے اسلام نے اپنا مقام حاصل کیا بلکہ ایک غیر لچکدار سادگی، پیغمبر اسلام کی نفس کشی، اپنے وعدوں کا احترام، اپنے دوستوں اور ماننے والوں کے لئے انتہائی درجہ کی وابستگی، ان کی بہادری اور بے خوفی اور اپنے خدا اور اپنے مشن پر غیر متزلزل اور مطلق ایمان نے انہیں کامیابیاں دلائیں اور اسی سے انہوں نے ہر مشکل پر قابو پایا۔ (گاندھی؛ ینگ انڈیا۔۱۹۲۴ء)

کیرن آرمسٹرانگ۔ ''محمد: ہمارے عہد کے نبی''

غزوہ احد میں ہر شہید مسلمان نے اپنے پیچھے بیویاں اور بچیاں چھوڑیں جن کا کوئی والی وارث نہیں تھا۔ اس غزوہ کے بعد قرآنی آیات نازل ہوئیں جن میں چار شادیوں کی اجازت دی گئی تھی۔ اسلام میں کثیر الازواجی کی اجازت کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور اسے عورت کے مصائب اور تکلیف کا ایک بڑا سبب بتایا جاتا ہے۔ لیکن جب یہ اجازت دی گئی اس وقت یہ ایک نہایت عمدہ معاشرتی قدم تھا۔ اسلام سے پہلے مردوں اور عورتوں کو ایک سے زیادہ بیویاں اور شوہر رکھنے کی اجازت تھی۔ شادی کے بعد عورتیں اپنے میکے میں ہی رہتیں تھیں جہاں ان کے شوہر ان سے ملنے آتے یہ معاشرتی سیٹ اپ ایک قانونی قحبہ گری سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ شوہروں کی زیادہ تعداد ہونے کی وجہ سے بچوں کی ولدیت کا تعین مشکل تھا اور بچے اپنی ماں سے پہچانے جاتے تھے اسی وجہ سے مرد نان ونفقہ اور اولاد کی پرورش سے آزاد تھا۔ اسلام سے پہلے عورت حق وراثت اور حق ملکیت سے محروم تھی جو بھی آمدنی اس کی طرف آتی تھی وہ اس کے گھر والوں خاص طور گھر کے مردوں کے پاس چلی جاتی تھی۔ عورت کے لئے کاروبار چلانا اور جائیداد کا انتظام وانصرام سنبھالنا ایک مضحکہ خیز خیال محسوس ہوتا تھا۔ عورت کو کوئی انفرادی حقوق حاصل نہیں تھے اور اس کی حیثیت مرد کی ملکیت سے زیادہ نہیں تھی۔

اسلامی کثیر الازواجی درحقیقت ایک سماجی قانون سازی ہے۔ جس میں عورت کو مرد کی خواہش پورا کرنے کا آلہ نہیں بنایا بلکہ کمزور اور بے سہارا خواتین کے لئے گھروں کا اور نگہبانوں کا انتظام کیا، تمام تر حقوق، عزت اور احترام کے ساتھ اور سب سے بڑھ کر وراثت میں وہ حقوق دیے جو مغربی خواتین کو ۱۹ویں صدی عیسوی تک میسر ہی نہیں تھے۔

(کیرن آرمسٹرانگ۔ ''محمد: ہمارے عہد کے نبی'')

ایڈورڈ گبن اور سائمن اوکلے۔ ''تاریخ سلطنت شام وعرب''

ہمیں اس کے دین کے فروغ سے زیادہ دین کی استقامت پر حیرت ہونی چاہیے۔ وہی خالص اور مکمل احساس جسے اس نے مکہ اور مدینہ میں کندہ کیا وہی احساس ہمیں ۱۲ صدیاں گزرنے کے بعد بھی قرآن کے ماننے والے انڈین، افریکی اور ترکوں میں نظر آتا ہے۔ مسلمانوں نے بڑی کامیابی سے ان ترغیبات کا مقابلہ کیا جو انسانوں کی کسی بھی عقیدے سے وابستگی کو کم کر کے ان کو ان کے نفس کی خواہش پر چھوڑ دیتی ہے۔ ''میں اللہ واحد لاشریک پر ایمان لاتا ہوں اور اس بات پر کہ محمد اللہ کے رسول ہیں'' یہ ایک سادہ اور ناقابل ترمیم دینی اعلان ہے۔ یہاں خدا کے منطقی تصور کو بتوں کے ذریعے گھٹایا نہیں اور نہ ہی رسول کی عظمت کو انسانی حدوں سے بڑھایا گیا۔ اس کی زندگی نے ایسی مثال قائم کی جس نے اس کے ماننے والوں کو مذہب اور معقولیت کی حدوں میں رکھا۔ (ایڈورڈ گبن اور سائمن اوکلے۔ ''تاریخ سلطنت شام وعرب''۔ لندن ۱۸۷۰ء۔ صفحہ ۵۴)

لامارٹین۔ تاریخ ترکی

اگر مقصد کی عظمت، وسائل کی قلت اور حیرت انگیز نتائج کسی انسان کی غیر معمولیت کا معیار ہوں تو کون ہے جو جدید انسانی تاریخ میں محمد کا مقابلہ کر سکے؟ زیادہ مشہور لوگوں نے ہتھیار بنائے، قوانین بنائے اور سلطنتیں تخلیق

کیں اور کچھ پایا تو یہ کہ ان کی مادی طاقت ان کی آنکھوں کے سامنے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی۔ اس شخص نے افواج، قوانین، سلطنتوں، عوام اور خواص کو ہی متاثر نہیں کیا بلکہ دنیا میں رہنے والی ایک تہائی آبادی کے کروڑوں انسان ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور اس سے بھی زیادہ اس شخص نے مذہبی رسومات کو، نام نہاد خداؤں کو، ادیان کو، خیالات ونظریات کو، ارواح اور عقائد کو متاثر کیا۔ جس کا مقصد کبھی بھی بادشاہت نہیں رہا جو کہ صرف ایک عظیم الشان مقصد سے وابستہ رہا کامیابی اور تحمل کے ساتھ اس کی بے انتہاء عبادات اور اپنے رب سے مکاشفات، اس کی موت اور بعد از مرگ اس کی کامیابی اس کی وہ خوبیاں ہیں جو کسی مکر وفریب کی بجائے ایمان کی اس بلند ترین حالت کو ثابت کرتی ہے جو قوت دیتی ہے بنیادی عقیدے کو بحال کرنے کی۔ یہ بنیادی عقیدہ دو اجزاء پر مشتمل ہے ایک جز تمام خداؤں کا انکار کرتا ہے تو دوسرا جز بتاتا ہے خدا کیا ہے۔ ایک جز تلوار کے زور پر جھوٹے خداؤں کو دور کرتا ہے تو دوسرا جز تبلیغ کے زور پر اصل خدا سے تعارف کراتا ہے۔

محمد کیا نہیں تھے؟ ایک فلاسفر، خطیب، رسول، قانون ساز، جنگجو، نظریات کو فتح کرنے والے، ایک عقلی عقیدہ کو بحال کرنے والے، ۲۰ سرحدوں والی سلطنتوں اور ایک روحانی سلطنت کے خالق، انسانی عظمت کے کسی بھی معیار کو لے لیجئے، ہم صرف ایک سوال کرتے ہیں کہ کیا کوئی محمد سے عظیم شخص آیا ہے؟

(لامارٹین۔ ''تاریخ ترکی'' ۔۱۸۵۴ء جلد دوئم صفحہ ۲۷۶۔۲۷۷)

تھامس کارلائل

اس نے ''ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو 1841ء میں شائع ہوئی۔ وہ لکھتا ہے کہ:

''کہتے ہیں کہ اس مذہب کی عمارت جھوٹ پر کھڑی کی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جھوٹا آدمی اینٹوں کی معمولی سی عمارت بھی کھڑی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ ایک مذہب کا بانی ہو اور جس نے ایک تہذیب کی بنیاد رکھی ہو۔ معمولی عقل کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ جب تک تعمیر کرنے والے شخص کو مٹی چونے اور کام میں استعمال ہونے والی اشیاء کے خواص کا علم نہ ہوا یسے شخص کا بنایا گیا مکان، مکان نہیں مٹی کا ڈھیر ہوگا جو دھڑام سے نیچے آگرے گا۔ ایسا مکان بارہ صدیوں تک قائم نہیں رہ سکتا اور نہ ہی کروڑوں انسان اس میں سما سکتے ہیں۔ مگر یہ مکان (اسلام کی عمارت) تو اتنے طویل عرصے سے قائم ہے۔ حضرت محمد صلعم کی شخصیت، ان کے اقوال وہدایت کی صداقت پر ایمان رکھنے والے انسان ہماری طرح ہی ذی شعور اور صاحب فراست ہیں اور ہماری ہی طرح دست قدرت کی صناعی کا نمونہ ہیں۔ ان بندگان خدا کی تعداد مسلسل بڑھتی جاری ہے''۔

ایک دوسرے مقام پر حضور اکرم صلعم پر لگائے گئے الزامات کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''اگر ہم حضرت محمد صلعم کو (معاذ اللہ) حریص اور سازشی قرار دیں اور ان کی تعلیمات کو بے بصیرتی اور نادانی قرار دیں تو یہ ہماری سخت حماقت اور جہالت ہوگی۔ انہوں نے سادہ اور غیر مرصع جو پیغام دیا وہ برحق تھا وہ پردہ غیب سے ابھرنے والی حیران کن آواز تھی اس کا نہ کوئی قول جھوٹا نکلا نہ کوئی فعل غلط ثابت ہوا نہ ان کی گفتگو بے معنی تھی اور نہ ہی ان جیسی کوئی مثال پہلے تھی۔ وہ زندگی کا ایک روشن جلوہ تھا جو سینہ فطرت سے اس لئے ظہور پذیر ہوا کہ دنیا کو منور کر ڈالے کیونکہ اس کائنات کا خالق اس کے ذریعے سے اس دنیا کو اندھیروں سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ وہ جو پیغام سرمدی لے کر آئے اس کی اہمیت اور عظمت اپنی جگہ مسلم ہے نبی کریم صلعم پر ایسا کوئی الزام ثابت نہیں کیا جا سکا۔ نبی صلعم کے منہ سے جو بات نکلتی ہے ہمارا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ وہ برحق ہے اس جیسے الفاظ کسی عام انسان کی زبان سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس کی زندگی کا مقصد ومدعا اس کے ہر لفظ اور ہر حرکت سے عیاں ہوتا ہے سنی سنائی باتوں سے وہ قطعاً بے گانہ ہوتا ہے اس کا دل سچائیوں کا امین اور حقائق کی روشنیوں سے منور ہوتا ہے۔ اس کی باتیں الہامی ہوتی ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ کائنات کے حقیقی اسرار سے آگاہی رکھتا ہے۔ اس کی ہر بات ترجمان حقیقت ہوتی ہے۔ اس سے پہلے بھی انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی آتی رہی ہے لیکن اب کی بار وحی آخر اور تازہ ترین ہے کیا یہ نبی صلعم اس خدا کا بندہ نہیں؟ ہم اس کی باتوں کو کیسے

سی ان سی کر سکتے ہیں''۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے: ''یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک آدمی خالی ہاتھ جنگ و جدل میں مشغول قبائل اور بدوؤں کو اس طرح سے آپس میں جوڑ لے کر وہ ۲۰ سال کے مختصر عرصہ میں ایک انتہائی طاقتور اور مہذب قوم بن جائیں؟

جھوٹ اور تہمتیں جو مغربی اقوام نے اس شخص پر بڑے جوش و خروش سے لگائی ہیں خود ہمارے لئے شرمندگی کا باعث ہیں۔ ایک تنہا مگر عظیم شخص ایک اولوالعزم انسان جسے اس دنیا کو روشن کرنا تھا کیونکہ اس کا حکم اسے اس کے خدا نے دیا تھا''۔ (تھامس کارلائل۔ ہیروز اینڈ وزورشپ)

(تھامس کارلائل انتہا درجے کا متعصب مستشرق ہونے کے باوجود یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوا)

بوس ورتھ اسمتھ

وہ خود میں ایک قیصر اور پوپ تھے پاپائیت سے منسوب الزامات اور دعوؤں سے مبرا اور قیصر آنہ فوج اور شان و شوکت، محافظین، محلات اور آمدنی کے بغیر۔ اگر کبھی بھی کسی بھی شخص کے بارے میں یہ کہا جائے کہ اس نے الوہی حکومت کی ہے تو وہ شخص محمد کے علاوہ کوئی اور ہو نہیں سکتا بغیر الوہیت کی تمام تر طاقت لئے ہوئے۔

(بوس ورتھ اسمتھ۔ محمد اور محمدی عقیدہ۔ ۱۸۷۴ء لندن۔ صفحہ ۹۲)

منٹگمری واٹ

''اپنے عقیدے کی خاطر کسی بھی قسم کے ظلم اور زیادتی کو برداشت کرنے کی آمادگی، اس کے ماننے والوں کا بلند اخلاق و کردار، اس کے ماننے والوں کا رشد و ہدایت کے لئے اسی کی طرف دیکھنا اور اس کی کامیابیوں کی شان و عظمت، یہ سب اس کی ایمانداری اور دیانت داری کی طرف دلالت کرتی ہیں اسی لئے یہ خیال کرنا کہ وہ (معاذ اللہ) جھوٹے تھے۔ مشکلات کو حل کرنے کی بجائے بڑھا دیتا ہے۔ مزید برآں مغرب میں کسی بھی عظیم شخص کی ایسی بے توقیری اور قدر ناشناسی نہیں دیکھی گئی ہے جیسا کہ محمد کے لئے کی گئی ہے''۔

(منٹگمری واٹ۔ مکہ والے محمد۔ آکسفورڈ ۱۹۵۳ء۔ صفحہ ۵۲)

سروجنی نائیڈو

''یہ وہ پہلا مذہب ہے جس نے جمہوریت کی تبلیغ اور اس کی ترویج کی۔ جب مسجد میں پانچ وقت اذان دی جاتی تھی اور نمازی، نماز کے لئے اکٹھے ہوجاتے ہیں تو اسلامی جمہوریت مجسم ہوجاتی ہے اور کسان اور بادشاہ گھٹنے سے گھٹنا ملائے خدا کی تکبیر بیان کرتے ہیں''۔

(سروجنی نائیڈو۔ اسلام کے آئیڈیلز۔ مدراس ۱۹۱۸ء)

اسٹینلے لینی پول

وہ ان کا نہایت ایماندار حفاظت کرنے والا تھا جن کی اس نے حفاظت کی ، گفتار میں انتہائی شیریں اور متحمل، جنھوں نے بھی اسے دیکھا وہ احترام کے جذبے سے مغلوب ہوئے جو اس کے قریب آئے اس پر فدا ہوئے۔ جنھوں نے بھی اس کے بارے میں کچھ بتانا چاہا۔ یہی کہا کہ ''میں نے ان جیسا نا پہلے نا بعد میں کبھی دیکھا ہے۔ ان کی خاموشی میں بھی ان کی عظمت تھی لیکن جب بھی انہوں نے بات کی زور دے کر اور بہت سوچ بچار کر کے کی اور کوئی بھی ان کی کہی ہوئی بات کو بھول نا سکا''۔ (اسٹینلے لینی پول۔ ٹیبل ٹاک آف دی پرافٹ)

خشونت سنگھ

ہمیں اسلام اور پیغمبر اسلام کو ان کی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنا چاہیے، اسلام کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بہت زیادہ غلط سمجھا گیا دین ہے۔ آپ ہندومت کو سمجھنے کے لئے ہندو انتہا پسندوں کی طرف نہیں دیکھتے، سکھ مذہب کو سمجھنے کے لئے جرنیل سنگھ بھنڈ رانوالہ اور اس کے ساتھیوں کی طرف نہیں دیکھتے اسی طرح آپ کو اسلام سمجھنے کے لئے اس کے نام نہاد پیروکاروں کی بجائے پیغمبر اسلام کی تعلیمات کو دیکھنا چاہیے۔ لوگوں کو ایک بات

سمجھنا چاہیے کہ اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا۔ انڈونیشیاء اور ملائشیاء میں کبھی اسلامی فوج داخل نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہاں پر ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک قادرِ مطلق خدا کی عبادت کرنا سکھائی۔ دوسرے مذہب کے برعکس جہاں مختلف کاموں کے لئے مختلف خدا ہیں۔ (خشونت سنگھ۔ مالا پرم ٹاون ہال۔ فروری ۲۰۱۰)

جارج برنارڈ شا

میرا یقین ہے کہ اگر محمد جیسے شخص کو جدید دنیا کی مطلق العنان حکومت سونپ دی جائے تو وہ اس دنیا کے مسائل اس طرح سے حل کرے گا کہ دنیا حقیقی مسرتوں اور راحتوں سے بھر جائے گی۔ میں نے انہیں پڑھا ہے وہ کسی بھی طرح کے مکروفریب سے کوسوں دور ہیں۔ انہیں بجا طور پر انسانیت کا نجات دہندہ کہا جاسکتا ہے۔ میں نے پیشگوئی کی تھی کہ محمد کا عقیدہ یورپ کے لئے آنے والے کل میں اتنا ہی قابل قبول ہوگا کہ جتنا آج قابل قبول بننے لگا ہے۔ (جارج برنارڈ شا۔ ''حقیقی اسلام'' ۱۹۳۶ء جلد ۸)

اینی بیسنٹ۔ ''محمد کی زندگی اور ان کی تعلیمات''

یہ ناممکن ہے کسی بھی ایسے شخص کے لئے جس نے عرب کے عظیم پیغمبر کی زندگی اور اس کے کردار کے بارے میں پڑھا ہو، جو یہ جانتا ہو کہ اس پیغمبر نے کیا تعلیم دی اور کیسے زندگی گزاری وہ اس اپنے دل میں اس عظیم پیغمبر کے لئے انتہائی احترام کے علاوہ کچھ اور محسوس کرے۔ اگرچہ میں ان کے بارے میں آپ سے کچھ بھی کہوں، بہت سارے لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کے نزدیک میری باتیں نئی نہیں ہیں لیکن ابھی تک خود میں جب بھی اس عظیم پیغمبر کے بارے میں پڑھتی ہوں تو اس عظیم استاد کے لئے تعریف وتوصیف کی ایک نئی لہر میرے اندر اُٹھتی ہے اور احترام کا ایک نیا جذبہ میرے اندر کروٹ لیتا ہے۔ (اینی بیسنٹ۔ محمد کی زندگی اور ان کی تعلیمات۔ مدراس ۱۹۳۲ء صفحہ ۴)

☆☆☆☆

توحید اور خدا دانی کی متاع رُسول کے دامن سے ہی ملتی ہے

اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رُسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ ایک قوم کو جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کو نجاست سے اُٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے رُوحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا۔ اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبیؐ ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دُنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاءؑ اور تمام اولین وآخرین پر فضیلت بخشی۔ اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافرِ نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی صلعم کے ذریعہ پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی صلعم کے ذریعہ سے اور اُس کے نور سے ملی ہے۔ (حقیقۃ الوحی)

تزکیہ نفس اور تقویٰ کے حصول کے لئے نماز ایک عظیم ذریعہ

جسارت خانم

ہم اُن خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ اس مسیح ومہدی کی بیعت میں آکر اس جماعت میں شامل ہو جائیں۔لیکن کیا ہم اس بیعت میں آنے سے وہ مقصد پورا کرنے والے بن جاتے ہیں جس کے لئے آپ کو کھڑا کیا گیا تھا۔پس یہ باطنی توجہات اس عاشق صادق کے ذریعہ سے ،اس مسیح ومہدی کے ذریعہ سے ظاہر ہونی تھیں ۔جس نے ایک جماعت قائم کرنی تھی اور اس آخرین کی جماعت کو پہلوں سے ملانا تھا۔سو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں لاکھوں تزکیہ شدوں نے پھر آگے ایک جماعت بنائی اور ان کی جماعت بڑھتی چلی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود سے جماعت کی ترقیات کا وعدہ ہے۔اور وہ سچے وعدوں والا خدا ہے اور اس کے وعدے پورے ہوتے ہوئے ہم نے ماضی میں بھی دیکھے ہیں۔اور آج بھی دیکھ رہے ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ دیکھیں گے۔لیکن ہر فردِ جماعت کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اس کی ذات وعدوں کے پورا ہونے کی مصداق تب بنے گی جب ہر فرد اپنے تزکیہ کی طرف توجہ دے گا ۔پس ہر احمدی کی اپنی ذات کے بارے میں بھی اور بحیثیت نگران اپنے بیوی بچوں کے بارے میں بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اس تزکیہ کی طرف توجہ دے۔

حضرت مسیح موعود آخرین منھم کے الفاظ کے متعلق کیوں کر یہاں جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اس آیت میں اس تفہیم کی غرض سے بھی یہ لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ تا ظاہر کیا جائے کہ وہ آنے والا ایک نہیں رہے گا بلکہ وہ ایک جماعت ہو جائے گی جن کو خدا تعالیٰ پر سچا ایمان ہوگا اور وہ اس ایمان کے رنگ و بو پائے گی جو مومن کا ایمان تھا"(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ نمبر 220)

پس یہ وہ معیار ہے جو حضرت مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہونے والوں کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اور آپ نے اس کی وضاحت فرمائی۔جس کے حصول کیلئے جس کے قائم رکھنے کیلئے اور نہ صرف قائم رکھنے کیلئے بلکہ اپنے بیوی بچوں اور اپنے ماحول میں بھی قائم رکھنے کیلئے ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہیے اور اس کے حصول کیلئے وہ طریق اپنانے ہونگے جن کے بارے میں قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے اور اس کو سمجھنے کیلئے وہ اسلوب سیکھنے ہونگے جو حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں سکھائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس کیلئے برائیوں سے بچنے کیلئے نماز کو ایک بہت بڑا ذریعہ قرار دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ جو کتاب میں سے تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اسے پڑھ اور پڑھ کا سنا۔اور نماز کو قائم کر۔یقیناً نماز بے حیائی اور نا پسندیدہ بات سے روکتی ہے۔اور اللہ کا ذکر سب ذکروں سے بڑا ہے۔اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔قرآن مجید میں جہاں تلاوت کرنے کا حکم ہے اور اس پیغام کو پہنچانے کا حکم ہے وہاں ساتھ ہی فرمایا کہ نماز قائم کر۔کیونکہ نماز کو تمام لوازمات کے ساتھ قائم کرنا اور خالص ہو کر پڑھنا۔پاک کرنے کا ذریعہ بنے گا۔یہ قرآن جو تزکیہ کرنے کی تعلیم سے پُر ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق خدا کی مدد سے ملے گی۔پس جب ایک مومن بندہ خالص ہو کر اس کے آگے جھکے گا اور اس پر اس تعلیم کا اثر ہوگا اور برائیوں سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہوگا اور پھر خالص ہو کر ادا کی گئی نمازیں بعد میں بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زبانوں کو تر رکھنے کی طرف توجہ دلائیں گی تو ایسا شخص یقیناً اپنے نفس کا تزکیہ کرنے والا ہوگا۔

پس نماز کی طرف توجہ ہر احمدی کی بنیادی ذمہ داری ہے۔لیکن کس طرح ؟ کیا صرف ایک دو نمازیں ؟نہیں بلکہ پانچ وقت کی نمازیں ۔ اگر یہ نہیں تو عبادت کے حقیقی معیار کو حاصل کرنے کا ابھی بہت لمبا سفر طے کرنا ہے۔پہلوں

سے ملنے کے لئے ابھی بہت محنت کی ضرورت ہے۔ پانچ فرض نمازیں تو وہ سنگِ میل ہے جہاں سے معیار کے حصول کا سفر شروع ہونا ہے۔ پانچ نمازیں تو نیکی کا وہ بیج ہے جس نے پھلدار درخت بننا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ: "تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے۔ اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکے گا۔"

نمازیں نیکی کا بیج ہیں۔ نیکی کے اس بیج کو ہمیں اپنے دلوں میں حفاظت سے لگانا ہوگا اور اس کی پرورش کرنی ہوگی کہ کوئی موسمی اثر اس کو ضائع نہ کر سکے۔ اگر ان نمازوں کی حفاظت نہ کی تو جس طرح کھیت کی جڑی بوٹیاں فصل کو دبا دیتی ہیں یہ بدیاں بھی پھر نیکیوں کو دبا دیں گی پس ہمارا کام یہ ہے کہ اپنی نمازوں کی اس طرح حفاظت کریں اور انہیں مضبوط جڑوں پر قائم کر دیں کہ پھر یہ شجر سایہ دار بن کر سایہ دار بھی ہو پھل پھول بھی دیتا ہو اور ہر برائی سے ہماری حفاظت کرے۔ ہمیں اپنے آپ کا جائزہ لینا ہوگا کہ ہمارا تزکیہ کا معیار کس قدر اونچا ہے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: ''نماز ہی ایک نیکی ہے جس کے بجالانے سے شیطانی کمزوری دور ہوتی ہے اور اُسی کا نام دعا ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ انسان اس میں کمزور رہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس قدر اصلاح اپنی کرے گا وہ اسی ذریعہ سے کرے گا۔ پس اس کے واسطے پاک صاف ہونا شرط ہے۔ جب تک گندگی انسان میں ہوتی ہے اُس وقت تک شیطان اس سے محبت کرتا ہے۔ (البدر جلد 2 مورخہ 13 فروری 1903 صفحہ 27)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

اپنے دلوں میں خدا کی محبت و عظمت کا سلسلہ جاری رکھیں اور اس کے لئے نماز سے بڑھ کر کوئی شے نہیں۔ کیونکہ روزے تو ایک سال کے بعد آتے ہیں اور زکوٰۃ صاحبِ مال کو ہی دینی پڑتی ہے۔ مگر نماز ہے کہ ہر ایک حیثیت کے آدمی کو پانچوں وقت ادا کرنی پڑتی ہے اسے ضائع نہ کریں۔ اسے بار بار پڑھو اور اس خیال سے پڑھو کہ مَیں ایسی طاقت والے کے سامنے کھڑا ہوں کہ اگر اس کا ارادہ ہو تو ابھی قبول کر لیوے۔ اسی حالت میں بلکہ اسی ساعت میں بلکہ اسی سیکنڈ میں۔ کیونکہ دوسرے دنیوی حاکم تو خزانوں کے محتاج ہیں اور ان کو فکر ہوتی ہے کہ خزانہ خالی نہ ہو جاوے اور ناداری کا ان کو فکر لگا رہتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا خزانہ ہر وقت بھرا بھرایا ہے۔ جب اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو صرف یقین کی حاجت ہوتی ہے کہ میں ایک سمیع و بصیر علیم قادر ہستی کے سامنے کھڑا ہوں۔ اگر اسے لہر آ جاوے تو ابھی دے دیوے۔ بڑی تضرع سے دعا کرے۔ ناامید اور بدظن ہرگز نہ ہووے۔ مگر ظالم اور فاسق کی دعا ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے لاپرواہ ہے اور خدا تعالیٰ بھی اس سے لاپرواہ ہے۔

(البدر صفحہ 28-13 فروری 1903)

حضرت مسیح موعود نے فرمایا:

''شیطان کے خلاف جنگ کرنے کے لئے جس ہتھیار کی ضرورت ہے وہ نماز ہے۔ اور شیطان ہمیشہ اس کوشش میں رہے گا کہ یہ ہتھیار مومن سے چھن جائے۔ پس جس طرح ایک اچھا سپاہی کبھی اپنا ہتھیار دشمن کے ہاتھ لگنے نہیں دیتا۔ ایک حقیقی مومن بھی کبھی اپنے اس ہتھیار کی حفاظت سے غافل نہیں ہوتا۔ انسانی فطرت ہے کہ برائیوں کی طرف بار بار توجہ جاتی ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت بھی ایک مستقل عمل چاہتی ہے۔ اور اس کی مستقل حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ نمازوں کی حفاظت کرو۔ اور خاص طور پر درمیانی نماز کی۔ درمیانی نماز سے مراد کسی نے تہجد کی نماز، کسی نے فجر کی نماز اور کسی نے ظہر و عصر کی نماز مراد لی ہے۔ ہر ایک کے حالات کے لحاظ سے درمیانی نماز وہ ہے جس میں دنیا داری یا سُستی اسے نماز قائم کرنے سے روکتی ہے یا نماز سے غافل کرتی ہے''۔

نماز کے پانچ اوقات رکھنے کی حکمت کیا ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"خدا نے اپنے قانونِ قدرت میں مصائب کو پانچ قسم پر منقسم کیا ہے۔ یعنی آثارِ مصیبت کے جو خوف دلاتے ہیں اور پھر مصیبت کے اندر قدم رکھنا اور پھر ایسی حالت جب نومیدی پیدا ہوتی ہے۔ اور زمانہ تاریک مصیبت کا اور پھر صبح رحمتِ الٰہی کی۔ یہ پانچ وقت ہیں جن کا نمونہ پانچ نمازیں ہیں۔"

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم صفحہ نمبر 422)

پھر آپ فرماتے ہیں: "یادرکھو یہ جو پانچ وقت نماز کیلئے مقرر ہیں یہ کوئی تحکم یا جبر کے طور پر نہیں کہ ضرور پڑھ، بلکہ اگر غور کرو تو یہ دراصل روحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔قائم کرو نماز کو دلوک الشّمس سے۔دوپہر کے ڈھلنے کا نام دلوک ہے۔اب دلوک سے لے کر پانچ نمازیں رکھ دیں۔اس میں حکمت اور سر یہ ہے کہ روحانی تذلیل اور انکسار کے مراتب بھی دلوک ہی سے شروع ہوتے ہیں۔اور پانچ ہی حالتیں آتی ہیں۔پس یہ طبعی نماز بھی اُس وقت سے شروع ہوتی ہے جب حزن اور ہم وغم کے آثار شروع ہوتے ہیں۔اس وقت جبکہ انسان پہ کوئی آفت یا مصیبت آتی ہے تو کس قدر تذلل اور انکساری کرتا ہے اسی طرح یہ سوچو کہ اگر کسی شخص پر نالش ہو۔کوئی کیس ہو جائے تو سمن یا وارنٹ آنے پر اس کو معلوم ہوگا فلاں دفعہ فوجداری میں نالش ہوئی ہے۔اب بعد نالش اس کی حالت میں زوال شروع ہوا۔کیونکہ وارنٹ اور سمن تک تو اسے کچھ معلوم نہ تھا۔اب خیال پیدا ہوا کہ خدا جانے ادھر وکیل ہو یا کیا ہو اس قسم کے تردداث سے جو زوال پیدا ہوتا ہے یہ وہی حالت دلوک اور یہ پہلی حالت ہے جو نماز ظہر کے قائم مقام ہے اور اس کی عکسی حالت نماز ظہر ہے اب دوسری حالت اس پر آتی ہے جب کہ وہ کمرہ عدالت میں کھڑا ہو۔فریق مخالف اور عدالت کی طرف سے سوالات جس طرح ہو رہے ہیں۔اور وہ ایک عجیب حالت ہوتی ہے۔یہ وہ حالت اور وقت ہے جو نماز عصر کا نمونہ ہے۔کیونکہ عصر گھوٹنے اور نچوڑنے کو کہتے ہیں۔جب حالت اور بھی نازک ہو جاتی ہے۔اور فرد قرار داد جرم لگ جاتی ہے۔تو یاس اور ناامیدی بڑھتی ہے۔کیونکہ اب خیال ہوتا ہے کہ سزا مل جائے گی۔یہ وہ وقت ہے جو مغرب کی نماز کا عکس ہے۔پھر جب حکم سنایا گیا اور کورٹ انسپکٹر کے حوالے کیا گیا تو وہ روحانی طور پر نماز عشاء کی عکسی تصویر ہے۔یہاں تک کہ نماز کی صبح صادق ظاہر ہوئی۔اور ان مع العسر یسرا کے حالات کا وقت آ گیا تو روحانی نماز فجر کا وقت آ گیا۔اور فجر کی نماز اس کی عکسی تصویر ہے۔

پس نماز کے پانچ اوقات روحانی کا جائزہ ایک مومن کے سامنے رکھتے ہیں مومن کو فجر کی نماز میں سست نہیں ہونا چاہیے۔پس اس سے فائدہ اٹھاؤ۔اور اپنے بستروں کو اپنی اپنی آرام کی جگہ نہ سمجھو۔یہی حالت ہے جو مومن میں انقلاب لانے کا باعث بنتی ہے۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 167-166)

''دیکھو یاد رکھنے کا مقام ہے کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو کہ میں گناہ سے پرہیز کروں گا۔یہی تمھارے لئے کافی نہیں ہیں۔اور نہ صرف ان کی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تمھاری اس وقت قدر ہوگی جبکہ دلوں میں تبدیلی اور خدا کا خوف ہوگا۔ورنہ ادھر بیعت کی اور جب گھر گئے تو وہی برے خیالات اور حالات رہے تو اس سے کیا فائدہ؟ یقیناً مان لو کہ تمام گناہوں سے بچنے کیلئے بڑا ذریعہ خوفِ الٰہی ہے اگر یہ نہیں تو ہرگز ممکن نہیں کہ انسان ان سب گناہوں سے بچ سکے جو کہ اس مصری پر چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔مگر خوف ہی ایک ایسی شے ہے کہ حیوانات کو بھی جب ہو تو وہ کسی کا نقصان نہیں کر سکتے۔مثلاً بلی جو کہ دودھ کی بڑی حریص ہے جب اسے معلوم ہو کہ اس کے نزدیک جانے سے سزا ملتی ہے۔پرندوں کو جب علم ہو کہ اگر یہ دانہ کھایا تو جال میں پھنسے اور موت آئی تو وہ اُس دودھ اور دانہ کے نزدیک نہیں بھٹکتے۔اس کی وجہ صرف خوف ہے۔پس جبکہ لایعقل حیوان بھی خوف کے ہوتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں تو انسان جو عقلمند ہے،اسے کس قدر خوف اور پرہیز کرنا چاہیے۔یہ امر بہت ہی بدیہی ہے کہ جس موقع پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے اس موقع پر وہ جرم کی جرأت نہیں کرتا۔

مثلاً طاعون زدہ گاؤں میں اگر کسی کو جانے کو کہا جائے تو کوئی بھی جرأت کر کے نہیں جاتا حتیٰ کہ حکام بھی حکم دیویں تو بھی ترساں اور لرزاں جاوے گا۔اور دل پہ یہ ڈر غالب ہوگا کہ کہیں مجھ کو بھی طاعون نہ ہو جاوے اور وہ کوشش کرے گا کہ مفوضہ کام کو جلد پورا کر کے وہاں سے بھاگے۔

پس گناہ پر دلیری کی وجہ بھی خوف کا دلوں میں موجود نہ ہونا ہے۔لیکن یہ خوف کیونکر پیدا ہو۔اس کیلئے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے۔جس قدر خدا تعالیٰ کی معرفت زیادہ ہوگی اسی قدر خوف زیادہ ہوگا۔(ملفوظات جلد چہارم ص95)

مرغوباتِ دنیا ہی کو زندگی کا مقصد بنانا انسان کے لئے خسران کا باعث ہے

احمد مرتضی (واعظ ملتان)

ترجمہ:''جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ اور زینت اور آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا ہے، بارش کی مثال طرح ہے جس کا سبزہ کسانوں کو خوش لگتا ہے۔ پھر وہ خشک ہو جاتا ہے تو اسے زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رضا، اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے''۔ (سورۃ الحدید:۲۰)

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بہت ہی احسن انداز میں سمجھایا ہے کہ یہ دنیا کھیل تماشہ ہے۔لیکن پھر بھی انسان اس کے حصول کیلئے دل ودماغ اور اپنا جسم مشغول رکھتا ہے۔ پوری زندگی گزار دیتا ہے۔لیکن اس کا دل اللہ کی یاد اور روزِ قیامت کے حساب کتاب سے غافل رہتا ہے۔

یہ بات واقعی سچ ہے آج کل اگر ہم دیکھ لیں تو ہم لوگ سارا وقت دنیا کے نشے میں گزار دیتے ہیں۔زیب وزینت،لباس،کھانے پینے کی اشیاء،عالی شان مکانات،عمدہ سواریوں اور دنیاوی جاہ وحشمت کے نشے میں ہم نے آخرت کو بھلا دیا ہے۔اور ہماری کوشش بس یہی ہے کہ دوسرے کے پاس مال زیادہ ہے اور میرے پاس کم ہے۔یعنی ہمارا سارا وقت اس کثرت مال کی حرص میں ہی صرف ہوتا ہے۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مثال دے کر دنیا کی حقیقت کو عیاں کیا ہے۔

بارش کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کی وجہ سے زمین کے پودے لہلہا اٹھتے ہیں اور ان پودوں کو دیکھ کر کاشتکار یعنی کسان خوب خوش ہوتے ہیں بالکل اسی طرح اللہ کی یاد سے غافل انسان دنیا کی زیب وزینت سے خوش ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا:۔کہ وہ پودے خشک ہو کر زرد ہو جاتے ہیں پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ختم ہو جاتے ہیں اور زمین ایسی ویران ہو جاتی ہے کہ جیسے وہاں کبھی ہرا پودا تھا ہی نہیں۔یہی حال دنیا کا ہے۔یہاں کی ہر چیز جو اللہ نے پیدا کی ہے آنی جانی ہے اور ہر نعمت فانی ہے اور جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ نیک اعمال ہیں۔ جو بندے کے ساتھ آخرت تک جائیں گے۔اور عذاب جہنم سے اُس کی نجات کا سبب بنیں گے۔

اسی آیت کے دوسرے حصے میں دنیا کے دھوکے میں آنے والے اور آخرت کو فراموش کر کے دنیا کے کھیل تماشے میں مشغول ہونے والے کا انجام یہ بتایا ہے کہ'' قیامت کے دن ایسے نافرمانوں کو اللہ عذاب شدید میں مبتلا کرے گا''۔

اور جو لوگ آخرت کی فکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق اور حقوق العباد ادا کریں گے ان کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ان کا رب ان سے راضی ہو جائے گا۔اور اسی آیت کے آخر میں فرمایا۔وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور ''اور دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے''

پھر فرمایا کہ:''لوگوں کو نفسانی خواہشوں کی محبت بھلی معلوم ہوتی ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور ڈھیروں ڈھیر سونا اور چاندی اور پلے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی، یہ تو دنیوی زندگی کا سامان ہے اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے''۔(آل عمران:۱۴)

اس آیت میں بتا دیا کہ مرغوبات دنیا کو اپنی زندگی کا مقصد بنانا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو بھول جانا انسان کے خسران کا باعث ہے سب سے بڑی چیز اللہ کی رضا ہے۔

پھر سورۃ الانعام میں اس دنیاوی زندگی کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے مزید فرمایا:۔

''اور دنیا کی زندگی صرف کھیل اور بے حقیقت مشغلہ ہے اور آخرت کا گھر یقیناً لوگوں کے لئے بہتر ہے۔ جو تقویٰ کرتے ہیں پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے''۔(الانعام:۳۲)

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ''دنیا دھوکے کا سامان اُن کے لئے ہے جو فکر آخرت سے غافل ہوتے ہیں اور جو لوگ فکر آخرت میں مشغول رہتے ہیں اُن کے لئے یہ دنیا ایسی متاع ہے جو اس کو بہترین نعمت یعنی جنت تک پہچانے میں مدد کرتی ہے۔''

یعنی دنیا کی چیزوں سے بے شک انسان فائدہ اٹھائے مگر آخرت اور خدا کی رضا کی فکر ضرور دامن گیر ہو۔ یعنی اس دنیا میں بندہ اللہ تعالیٰ کے امر پر چلنے والا اور نہی سے رکنے والا ہو جائے۔ اگر ایسا ہو تو گویا دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت اس کے ہاتھ آ گئی۔

اسی طرح حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے میرے کندھوں کو پکڑا اور فرمایا تو دنیا میں ایسا انسان بن گویا تو پردیسی ہے یا راہ گزرنے والا مسافر ہے۔(بخاری)

ہم بالکل اس کے اُلٹ چل رہے ہیں۔ اور ہماری سوچ اس کے بالکل برعکس ہے ہم نے اسی دنیا کو سب کچھ سمجھا ہے۔ اور پوری زندگی اس دنیا کی لالچ میں گزار دیتے ہیں۔ اور اس طرح کے لالچ میں لوگوں کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ:''اور ان لوگوں کو چھوڑ دے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور بے حقیقت تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور اس قرآن کے ساتھ نصیحت کر کہ کوئی جان اس کی وجہ سے جو اس نے کمایا ہلاک (نہ) کی جائے اس کے لئے اللہ کے سوائے کوئی دوست نہیں اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ اور اگر ہر ایک قسم کا بدلہ دینا چاہے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہ وہ ہیں جو اس کی وجہ سے جو انہوں نے کمایا ہلاک کیے گئے اُن کے لئے کھولتا ہوا پانی پینے کو اور دردناک عذاب ہوگا اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے''۔

(الانعام:۷۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلعم کو حکم دیا ہے کہ جو لوگ دین اسلام کا مذاق اُڑاتے ہیں آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ انہیں تو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں اور ان لوگوں کے بارے میں مزید اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ ان کا کیا حال ہوگا۔ یہ کس حال میں ہونگے جو دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور بُرے اعمال کرتے ہیں اور حرام شہوتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے آخرت میں سخت ترین عذاب ہے۔ اس دن انہیں پینے کے لئے گرم پانی دیا جائے گا اور ان کے جسموں پر ہمیشہ کے لئے آگ مسلط رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں موجود متعدد جگہوں پر اس چیز کو واضح کیا ہے کہ اپنی آخرت کی فکر کرو۔ اس دنیا میں رہو لیکن ایک مسافر کی طرح کیونکہ اس عارضی زندگی سے ایک مستقل زندگی میں جانا ہے اور اُس کی تیاری کرو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ:''اور اپنی نگاہیں اس کے پیچھے لمبی نہ کر جو ہم نے ان میں سے قسم قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی آرائش کے لئے سامان دیا ہے تاکہ ہم ان کو اس کے ذریعہ سے آزمائیں اور تیرے رب کا رزق بہتر اور زیادہ دیرپا ہے''۔

(طٰہٰ:۱۳۱)

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی پوری حقیقت کو واضح کر کے رکھ دیا۔ یہ دنیا کیا ہے؟ کھیل۔ بس ایک دل لگی۔ قلب و ذہن کیلئے تماشا اور جسم و اعضاء کے لئے ایک کھیل۔ جب کہ کھیل کی نہ کبھی کوئی حقیقت ہوتی ہے۔ اور نہ تماشے کی۔ اس کی اگر کچھ حقیقت ہے تو یہی کہ ذہن کو مصروف کر دے۔ اور وقت برباد کرے۔

جو اس کی حقیقت سے بے خبر رہا۔ وہ اس تماشے میں اپنی عمر کھو بیٹھا۔ ہوش آیا تو تب نہ وقت باقی رہا اور نہ تماشا۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے بعد اُس دنیا کا یعنی اُخروی حالات کا مزید نقشہ کھینچا۔

فرمایا: اور آگ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہاؤ، یا اُس سے (دو) جو اللہ نے تم کو رزق دیا ہے۔ کہیں گے اللہ نے ان کو کافروں پر حرام کیا ہے۔ جنہوں نے اپنے دین کو تماشا اور کھیل بنایا اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکہ دیا سو آج ہم ان کو چھوڑ دیں گے جس طرح وہ اپنے اس دن کی

ملاقات کو بھول گئے اور اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے''۔(الاعراف:۵۰۔۵۱)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جب حساب کتاب ہوجائے گا اور جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی ڈال دو تا کہ ہماری تکلیف میں کمی ہو یا کچھ اور ہی دے دو۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کر رکھا ہے ورہ جواب دیں گے کہ آج ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کر دیا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے اور دنیا نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھول جائے گا جس طرح دنیا میں انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تھا۔ اور وہ چیخ و پکار کریں گے لیکن اُس دن ان کو سننے والا کوئی نہ ہوگا۔

اس کے برعکس وہ لوگ جو ہمہ وقت اللہ کی رضا جوئی کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اُن کے لئے بے شمار انعامات ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے(صحیح مسلم)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو آزمائش گاہ بنایا ہے اور ان آزمائشوں سے پیغمبر بھی بری نہیں۔

اللہ کے نبی حضرت محمدؐ پر بھی آزمائشوں کے پہاڑ ٹوٹے۔ دانت مبارک کا شہید ہو جانا، کفار کا آپ کی مخالفت کرنا ،شعب ابی طالب میں بھوک کا برداشت کرنا، طائف والوں کا لہولہان کر دینا، بیٹے کا فوت ہو جانا، والدہ ماجدہ اور والد گرامی کا سایہ شفقت اٹھ جانا لہذا ہمیں غور وفکر سے کام لیتے ہوئے ان آزمائشوں کو سمجھنا چاہئے۔ تا کہ ہم بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

سیدنا ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

مومن کو جب کوئی تکلیف ،غم ،فکر، پریشانی اور مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ ان مصائب کے بدلے معاف کر دیتا ہے۔ اس لئے تکالیف و مصائب میں اللہ کو یاد رکھنا چاہئے اور یاد رکھنے کا طریقہ کیا ہے وہ بھی نبی کریمؐ نے بتا دیا۔

سیدنا ابوسلمہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے پیارے پیغمبر نے فرمایا:۔

جب تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو چاہیے کہ وہ یہ کلمات کہے:

(انا للّٰہ و انا الیہ راجعون)

"ہم اللہ کیلئے ہیں اور یقیناً ہم نے اُس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ میری یہ مصیبت تیری طرف سے ہے اور تو ہی مجھے اس سے نجات عطا فرما۔ اور اس مصیبت کے بدلے بہتر بدلہ عطا فرما۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ "جب شام ہو جائے۔ تو صبح کا انتظار مت کرو۔ اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار مت کرو۔ اور تندرستی کی حالت میں اتنا عمل کر لو کہ جو بیماری کی حالت میں بھی کافی ہو جائے اور اپنی زندگی میں اس قدر نیکیاں کما لو جو موت کے بعد آخرت میں تمھارے لئے نفع بخش ہوں۔"

ایک اور حدیث میں:''حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی کریم سے روایت کرتے ہیں فرمایا نبی کریمؐ نے کہ مجھے دنیا سے کیا دلچسپی؟ میری اور دنیا کی مثال ایسی سمجھ جیسے کوئی مسافر گرمی کے زمانے میں کسی درخت کے سائے کو چھوڑ کر اپنی منزل کی طرف چل دیتا ہے۔(مسند احمد)

اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:''مجھ سے نبی کریمؐ نے فرمایا اے عائشہؓ اگر تم میرے ساتھ جنت میں رہنا چاہتی ہو تو اتنی دنیا تمہارے لئے کافی ہونی چاہیے جتنا سامان کسی مسافر کے پاس ہوتا ہے اور خبردار دنیا کے طلب گار مال داروں کے پاس مت بیٹھنا اور کپڑا پرانا ہو جائے تو اُسے مت اُتار پھینکو بلکہ پیوند لگا کر پہنو''۔(ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بہترین موقع دیا ہے اور اللہ نے ہم پر یہ بہت بڑا فضل کیا ہے کہ ایک تو ہم لوگوں کو مسلمان پیدا کیا اور دوسرا احمدی گھرانے میں پیدا کیا۔ ہمیں اس زندگی کی قدر کرنی چاہیے۔ ابھی ہمارے پاس موقع ہے کچھ کرنے کا اور اپنی آخرت کو سنوارنے کا۔

انسان کی عقلمندی یہی ہے کہ اسی دنیا میں اس کو اپنی زندگی کے مقصد کا علم ہو۔ اسے اس بات کا مکمل شعور ہو کہ اللہ پاک نے انہیں دنیا میں کیوں بھیجا؟ اور یہ کہ اسے دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرنی ہے۔

حضرت سہیل بن عبداللہ کی روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا یہ دنیا اللہ کی نگاہ میں مچھر کے پر کے برابر بھی اہمیت رکھتی تو کافر کو اس دنیا سے وہ پانی کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہ ہونے دیتے۔(ترمذی) اور ایک اور حدیث میں نبی کریمؐ نے اس دنیا کی حقیقت کو اس طرح عیاں کیا۔

ایک مرتبہ نبی کریمؐ صحابہ اکرامؓ کے ہم راہ سفر کر رہے تھے۔ایک مردہ بکری کے پاس روک لیا، فرمایا کیا تم دیکھ رہے ہو یہ اپنے مالک کی نظر میں کتنی بے کار اور بے وقت ہوئی کہ وہ اسے یوں پھینک گیا۔صحابہؓ نے عرض کی کہ اللہ کے رسولؐ یہ بے قیمت تھی تو گھر والوں نے یوں پھینک دی۔تب آپؐ نے فرمایا تو پھر سنو اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا اس سے بھی زیادہ بے وقت ہے جتنی اپنے مالک کے لئے یہ مردہ بکری۔(ترمذی)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: ''جس چیز کی کثرت ہو جائے تو پھر اس کی قدر نہیں رہتی۔پانی اور اناج جیسی کوئی چیز نہیں اور یہ سب چیزیں آگ، ہوا، مٹی پانی ہمارے لئے نہایت ہی ضروری ہیں مگر کثرت کی وجہ سے انسان ان کی قدر نہیں کرتا لیکن اگر ایک جنگل میں ہو اور کروڑ ہا روپیہ بھی پاس ہو۔مگر پانی نہ ہو تو اس وقت کروڑ ہا روپیہ بھی ایک گھونٹ کے بدلے دینے کو تیار ہوتا ہے اور آخر بڑی حسرت سے مرتا ہے۔دنیا کی دولت چیز ہی کیا ہے؟ جس کے لئے انسان مارا مارا پھرتا ہے۔ذرا سی بیماری آجاوے۔پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے مگر سکھ ایک منٹ کے لئے بھی نہیں آتا۔جب یہ حال ہے تو انسان کی یہ کس قدر غفلت ہے کہ اس حقیقی کارساز کی طرف توجہ نہ کرے جس کا بنایا ہوا یہ سب کارخانہ ہے اور اس کا ذرہ ذرہ جس کے تصرف اور اختیار میں ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 346)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''اور دنیا اور اس کی ساری چیزیں دین کی خادم بنا دے۔کوئی یہ نہ سمجھ لیوے کہ انسان دنیا سے کچھ غرض اور واسطہ ہی نہ رکھے۔میرا یہ مطلب نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ دنیا کے حصول سے منع کرتا ہے۔بلکہ اسلام نے رہبانیت کو منع کیا ہے۔یہ بزدلوں کا کام ہے مومن کے تعلقات دنیا کے ساتھ جس قدر وسیع ہوں وہ اس کے مراتب عالیہ کا موجب ہوتے ہیں۔کیونکہ اس کا نصب العین ہوتا ہے اور دنیا اور اس کا مال و جاہ دین کا خادم ہوتا ہے پس اصل بات یہ ہے کہ دنیا مقصود بالذات نہ ہو بلکہ حصول دنیا میں اصل غرض دین ہو اور ایسے طور پر دنیا کو حاصل کیا جاوے کہ وہ دین کی خادم ہو

دنیا اور دنیا کی خوشیوں کی حقیقت کھیل تماشہ سے زیادہ نہیں، وہ عارضی اور چند روز ہیں۔اور ان خوشیوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خدا سے دور جا پڑتا ہے۔مگر خدا کی معرفت میں جو لذت ہے وہ ایک ایسی چیز ہے کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سنی نہ کسی اور حس نے اس کو محسوس کیا ہے وہ اک چیر کر نکل جانے والی چیز ہے۔ہر آن ایک نئی راحت اُس سے پیدا ہوتی ہے جو پہلے نہیں دیکھی ہوتی۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ انسان کا ایک خاص تعلق ہے۔اہل عرفان لوگوں نے بشریت اور ربوبیت کے جوڑا پر بہت لطیف بحثیں کی ہیں۔اگر بچے کا منہ پتھر سے لگائیں تو کیا کوئی دانشمند خیال کر سکتا ہے کہ اُس پتھر میں سے دودھ نکل آئے گا اور بچہ سیر ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔اسی طرح پر جب تک انسان خدا تعالیٰ کے آستانہ پر نہیں گرتا، اس کی روح ہم نیستی ہو کر ربوبیت سے تعلق پیدا نہیں کرتی اور نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ عدم یا مشابہ بالعدم نہ ہو۔کیونکہ ربوبیت اسی کو چاہتی ہے اس وقت تک وہ روحانی دودھ سے پرورش نہیں پا سکتا۔

''لہو'' میں کھانے پینے کی تمام لذتیں شامل ہیں ان کا انجام دیکھو کہ بجز کثافت کے اور کیا ہے زینت، سواری عمدہ مکانات پر فخر کرنا یا حکومت و خاندان پر فخر کرنا یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ بالآخر اس سے ایک قسم کی حقارت پیدا ہو جاتی ہے جو رنج دیتی اور طبیعت کو افسردہ اور بے چین کر دیتی ہے۔اگر یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی عشق ہونے کے بعد ہو تو پھر راحت اور لذت پر لذت ملتی ہے یہاں تک کہ معرفت حقہ کے دروازے کھل جاتے ہیں۔اور وہ ایک ابدی اور غیر فانی راحت میں داخل ہو جاتا ہے جہاں پاکیزگی اور طہارت کے سوا کچھ نہیں۔جو خدا میں لذت ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اسے ہی پاؤ کہ حقیقی لذت وہی ہے۔(اخبار الحکم 30 جون 1899ء)

☆☆☆☆

رپورٹ دورہ آئیوری کوسٹ

از: فضل حق (اسسٹنٹ سیکرٹری)

بندہ انجمن کا شکر گزار ہے کہ انجمن نے "آئیوری کوسٹ" کے دورہ پر بھیجنے کے لئے بندہ پر ذمہ داری ڈالی۔ بندہ نے اپنی استطاعت کے مطابق اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھانے کی کوشش کی جس کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔

تاریخی پس منظر:

تین سال قبل مسٹر شاہد عزیز صاحب کو آئیوری کوسٹ سے Mr Abou Tiene کی طرف سے ایک پیغام ملا کہ اسلام اور احمدیت کا لٹریچر فرنچ زبان میں میسر ہوسکتا ہے؟ اگر آپ کے پاس ہے تو ہمیں بھیجا جائے۔ اس پیغام کو ملتے ہی جناب شاہد عزیز صاحب نے بذریعہ ای میل Mr Abou Tiene سے رابطہ کیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اس دوران Mr Abou Tiene کے ساتھ آئیوری کوسٹ میں جواُن کو مسائل درپیش تھے وہ بھی زیرِ بحث رہے۔

جناب شاہد عزیز صاحب نے Mr Abou Tiene کو بتایا کہ فی الحال ہمارے پاس جماعت احمدیہ لاہور کے پہلے امیر حضرت مولانا محمد علیؒ کے قرآن کا فرنچ زبان میں ترجمہ موجود ہے آپ اس سے استفادہ حاصل کریں۔ اسی اثناء میں جناب شاہد عزیز صاحب کے Mr Abou Tiene سے دینی معاملات کے بارے میں روابط بڑھتے گئے اور اس نے مسٹر شاہد عزیز صاحب کو لکھا کہ یہاں آئیوری کوسٹ میں اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کے بہت (Scope) مواقع ہیں۔ اگر ممکن ہو سکے تو آپ ضرور ایوری کوسٹ تشریف لائیں۔ جناب شاہد عزیز صاحب Mr Abou Tiene کی اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے آئیوری کوسٹ تشریف لے گئے جس میں انہوں نے چند ایک پروگرام وغیرہ جس میں ریڈیو پر تقریر وہاں کی، مساجد کے دورہ جات اور ایک بڑے جلسے کا انعقاد تھا۔

جماعت کی رجسٹریشن:

اس سال 2019 میں انجمن کی اجازت سے جناب شاہد صاحب کی کوششوں سے بذریعہ Mr Abou Tiene کے آئیوری کوسٹ میں "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام آئیوری کوسٹ" جماعت رجسٹر کروائی گئی۔

جناب شاہد عزیز صاحب نے انجمن سے درخواست کی کہ مرکز سے بھی اس سال کوئی آدمی میرے ساتھ افریقی ممالک کے لیے جانا چاہیے تاکہ وہاں کے لوگوں کا براہِ راست رابطہ مرکزی انجمن سے ہو سکے۔ مجلس منتظمہ اور مجلسِ معتمدین کی باہمی مشاورت سے میجر (ر) اعجاز الحق بٹ صاحب کے انکار کے بعد ناچیز کا نام منتخب ہوا۔

بندہ مورخہ 29 اکتوبر 2019 کو لاہور، پاکستان سے آئیوری کوسٹ براستہ استنبول روانہ ہوا۔ تقریباً 22 گھنٹوں کی مسافت طے کرتے ہوئے رات کے 10:15 بجے Abidjan ایئرپورٹ پر پہنچا جہاں پر پہلے ہی سے موجود Mr Abou Tiene اور Mr Ahmet ہوٹل وین کے ہمراہ موجود تھے انہوں نے مجھے ایئرپورٹ سے Pick کیا اور آئیوری کوسٹ کے شہر Debou کے ہوٹل لے گئے جہاں پر شاہد صاحب اور میری رہائش کا انتظام کیا ہوا تھا۔

مورخہ 30 اکتوبر بروز بدھ صبح ناشتہ پر جناب شاہد عزیز صاحب سے ملاقات ہوئی جہاں ہم دونوں نے ایوری کوسٹ میں جو کام کرنے تھے ان کی تفصیلاً گفتگو کی۔

Mr Hassan Traore سے ملاقات:

مورخہ 30 اکتوبر نماز ظہر کے بعد جناب Mr Abou Tiene اور Mr Ahmet کے ہمراہ آئیوری کوسٹ کے شہر Dabou کے امام و نکاح رجسٹرار Mr Hassan Traore تشریف لائے ان کے ساتھ ہوٹل کے Settign Room میں جناب شاہد عزیز صاحب اور میری ملاقات ہوئی۔ ہم نے ان کے ساتھ موجودہ زمانہ میں اسلاموفوبیا اور دیگر مسائل پر گفتگو کی اور اس کو باور کروایا کہ موجودہ زمانے میں جماعت احمدیہ کے عقائد اور لٹریچر سے ہی ان مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ان سے احمدیہ لٹریچر اور اسلام کے متعلق گفت وشنید کا سلسلہ جاری رہا۔ Mr Hassan Traore جماعت احمدیہ کے عقائد اور احمدی اور غیر احمدی کا فرق سُن کر حیرت میں ڈوب گئے۔

ریڈیو انٹرویو:

مورخہ 30 اکتوبر کو جناب شاہد عزیز صاحب کا 30 منٹ تک پروگرام کے

مطابق Live انٹرویو چلایا گیا۔ اس انٹرویو میں جناب شاہد عزیز صاحب نے دین اسلام اور احمدیت سے متعلق پوچھے گئے سوالات کے بڑے احسن جوابات دیے۔ ریڈیو کے پروگرام میں شاہد عزیز صاحب نے آئیوری کوسٹ کے رہنے والوں کو دعوت دی کہ ہم Akparo,Debo u میں مورخہ 3 نومبر بروز اتوار 11:00 بجے صبح "احمدیہ لاہور کانفرنس" کا اہتمام کر رہے ہیں شرکت کریں جس میں دین اسلام اور جماعت احمدیہ لاہور پر مکمل معلومات پیش کی جائیں گی۔ اس اعلان کو تقریباً روزانہ کی بنیاد پر 6 مرتبہ Repeat کیا جاتا رہا۔ جس وقت ہم لوگ ریڈیو کے انٹرویو کے لیے ریڈیو اسٹیشن گئے تو وہاں کے عملہ نے بڑے اچھے انداز سے خوش آمدید کہا۔

Mr Abou Tiene کے گھر کا دورہ:

مورخہ 31 اکتوبر کو MrAbouTiene ہمیں اپنے گھر لے گیا جہاں اس کی کثیر فیملی کے ممبران موجود تھے ان سب نے اچھے طریقے سے خوش آمدید کہا اور ہم دونوں تقریباً ایک گھنٹہ تک MrAbouTiene کے گھر موجود رہے اور ان کے گھر میں ظہر کی نماز ادا کی جہاں پر تقریباً پندرہ افراد موجود تھے۔ میں نے نماز کی امامت کی اور خیر و برکت کے لئے ان کے گھر میں دعائیں کروائی گئیں اور تاریخ رقم ہوئی کہ یہ آئیوری کوسٹ میں" احمدیہ انجمن لاہور" کا پہلا مرکز ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گا۔ نماز کے بعد مختصراً جناب شاہد عزیز صاحب نے جماعت احمدیہ لاہور اور باقی مسلمانوں کا فرق پر تقریر کی اور اس کے بعد ہم MrAbouTiene کے گھر سے واپس اپنے ہوٹل آ گئے۔

فاطمہ زہرہ مسجد کے صدر سے ملاقات:

مورخہ 31 اکتوبر کو عصر کی نماز کے بعد فاطمہ زہرہ مسجد کے صدر کو جب یہ خبر ملی کہ انگلینڈ سے شاہد عزیز صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں تو وہ Mr Abou Tiene اور Mr Ahmet کے ہمراہ جناب شاہد عزیز صاحب کو ملنے کے لیے ہوٹل تشریف لائے اور پرتپاک انداز میں جناب شاہد عزیز صاحب کو ملے کیوں کہ پچھلے سال ان سے پہلے بھی ملاقات ہو چکی تھی۔

شاہد عزیز صاحب نے ان سے میرا تعارف کروایا کہ یہ فضل حق صاحب ہیں اور ہمارے مرکز احمدیہ انجمن لاہور پاکستان سے تشریف لائے ہیں اور امام ہیں۔ جامع کے صدر کے ساتھ جناب شاہد عزیز صاحب اور میرا گفتگو کا سلسلہ دو گھنٹے تک چلتا رہا اور احمدیت کے اعلیٰ کام جو کہ جماعت احمدیہ لاہور سے انجام پا رہے ہیں اُن پر گفتگو ہوتی رہی۔ شاہد عزیز صاحب نے جا بجا اس بات کو واضح کیا کہ موجودہ زمانہ میں اسلام کو درپیش مسائل کا واحد حل جماعت احمدیہ لاہور کی پیش کردہ تعلیمات میں ہے۔ جن جن مواقع پر بندہ کو گفتگو کا موقع ملا بندہ نے جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد اور تعلیمات پر روشنی ڈالی۔

لوکل مسجد میں تقریر:

مورخہ یکم نومبر بروز جمعہ بذریعہ Mr Abou Tiene ہمیں Dabou کی لوکل مسجد میں انتظامیہ کی اجازت سے خطبہ و نماز جمعہ کے بعد چند منٹ تک بات کرنے کا موقع دیا گیا میں نے اسوقت مناسب سمجھا کہ احمدیوں کی جو چیدہ چیدہ خصوصیات ہیں ان کا ذکر کیا جائے۔ چنانچہ میں نے اختصار کے ساتھ زندہ خدا، زندہ رسول، ختم نبوت کو حقیقی طور پر ماننے والی جماعت احمدیہ انجمن لاہور اور قرآن پاک خاتم الکتب ہے، جیسے موضوعات پر تقریباً دس منٹ تک تقریر کی جس کو ساتھ ساتھ Mr Abou لوکل زبان میں بھی Translate کر رہا تھا۔ لوگوں کے تاثرات سے معلوم ہو رہا تھا کہ اس تقریر نے لوگوں کے دلوں پر اچھا اثر کیا ہے۔

میرے بعد جناب شاہد عزیز صاحب نے بھی اسلاموفوبیا اور احمدی اور غیر احمدی کے فرق کو واضح کیا جس کو لوگوں نے بہت پسند کیا۔ آئیوری کوسٹ کی مساجد میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہاں کی مساجد میں خواتین اور بچے بھی شامل ہوتے ہیں ہم نے اس بات کو سراہا اور بتایا کہ یہ بھی اصل میں احمدیت کی تعلیم ہے۔

مدرسہ کا دورہ:

ہم نے نماز جمعہ کے بعد مدرسہ کا دورہ کرنا تھا مگر شدید بارش کی وجہ سے نہ کر سکے۔

T.V انٹرویو:

مورخہ 2 نومبر بروز ہفتہ آئیوری کوسٹ سے ٹیلی ویژن کے نمائندے Abidjan سے تشریف لائے۔ جناب شاہد عزیز صاحب اور میں نے ٹیلی ویژن والوں کو اپنا انٹرویو ریکارڈ کروایا اور وہ ایک ایک سوال پوچھتے تھے جن کا جواب جناب شاہد عزیز صاحب اور میں نے مدلل انداز میں دینے کی کوشش کی۔ انہوں نے تقریباً 45 منٹ تک ہمارا انٹرویو لیا اور ان کے سوالات اسلام اور احمدیت، ہمارے آئیوری کوسٹ آنے کے مقصد پر تھے۔ انشاء اللہ اس انٹرویو کو نیشنل ٹیلی ویژن پر نشر کر دیا گیا ہوگا۔

اگلی صبح مورخہ 3 نومبر بروز اتوار کو "احمدیہ لاہور کانفرنس" کا پروگرام تھا۔ اس

کی تیاری میں ہم مگن ہو گئے۔

"احمدیہ لاہور کانفرنس"

مورخہ 3 نومبر بروز اتوار بوقت 11:00 بجے "احمدیہ لاہور کانفرنس" تھی۔ Mr Abou Tiene نے نماز فجر کے بعد سے ہی پروگرام کی کامیابی کے لئے انتظامات کرنے شروع کر دیے۔ کانفرنس کا مقام ہوٹل کے کانفرنس روم میں رکھا گیا۔ جہاں پر تقریباً 100 لوگوں کے بیٹھنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ Mr Abou Tiene نے صبح سے ہی لوگوں کو فون کرنا شروع کر دیئے تھے۔ کانفرنس کی T.V کے لیے ریکارڈنگ کے تمام انتظامات ہو چکے تھے

جس وقت 10:00 بجے تو شاہد عزیز صاحب اور میں نیچے ہال میں آئے اور ہال کا جائزہ لیا اور کچھ مزید Setting کر کے ہال کو درست کیا جس وقت شاہد عزیز صاحب اور میں "احمدیہ لاہور کانفرنس" کا پروگرام ترتیب دے رہے تھے تو حضرت امیرایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز کی تقریر فرنچ زبان میں وڈیو ریکارڈنگ دکھانے کا ذکر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ہال میں Projector نظر نہیں آ رہا تھا تو میں نے شاہد صاحب سے درخواست کی کہ ہال میں Projector نظر نہیں آ رہا تو انہوں نے ہوٹل کی انتظامیہ سے بذریعہ Mr Ahmet کے Projector طلب کیا۔ شاہد صاحب نے کمپیوٹر کو Projector کے ساتھ Contact کر دیا۔ پروگرام وقت کے مطابق شروع نہ ہو سکا کیوں کہ ہماری کانفرنس کی تشہیر پچھلے ایک ہفتہ سے ہو رہی تھی جو وہاں کی انتظامیہ کو بالکل بھی اچھی نہ لگی کیوں کہ احمدیوں سے نفرت کا عنصر ہر جگہ پایا جاتا ہے اس لیے انہوں نے آئیوری کوسٹ کے ہیڈ امام کو ساتھ والے علاقے میں بلا لیا اور کچھ کھانے کے پارسل بھی دینے کا اعلان کر دیا کیوں کہ آئیوری کوسٹ اور خاص کر Dabou میں جہاں ہم نے اپنی کانفرنس کا اہتمام کیا تھا غربت بہت زیادہ ہے لوگ ہماری کانفرنس چھوڑ کر دوسرے پروگرام پر چلے گئے۔ جس کی وجہ سے ہمارا پروگرام 11:45 بجے شروع کیا گیا۔

شیڈول کے مطابق سب سے پہلے میں نے سورۃ الحشر کی آخری آیات تلاوت کیں اور انگلش میں ترجمہ کیا جن کو بعد میں Mr. Kanakomo نے فرنچ زبان میں Translate کیا۔ شیڈول کے مطابق حضرت امیر ایداللہ تعالیٰ کا پیغام جو کہ انہوں نے فرنچ زبان میں Video ریکارڈ کروایا تھا اسکو چلایا گیا۔ سامعین نے حضرت امیر ایداللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو بہت سراہا اور انہوں نے اس پیغام پر عمل کرنے کا عندیہ بھی دیا۔

اس کے بعد Mr Abou Tiene نے اپنا تعارف کروایا اور سامعین کو بتایا کہ احمدیہ انجمن لاہور کی موجودہ زمانہ میں کیا اہمیت ہے اور اسنے یہ بھی بتایا کہ اس نے کس طرح احمدیہ انجمن کے لٹریچر میں دین اسلام کی حقیقت دیکھی ہے۔

پروگرام کے مطابق پھر میں نے تقریر کی جس کا موضوع تھا "احمدیوں کی خوبیاں" یہ مضمون دراصل محترمہ صفیہ سعید صاحبہ نے پچھلے سال سالانہ تربیتی کورس میں پڑھایا تھا۔ جس میں جماعت احمدیہ کا نام حضرت محمدؐ کے نام مبارک احمدؐ سے لیا گیا ہے اور محمدؐ اور احمدؐ کی تعریف اور معنی بتائے گئے۔ اس کے بعد احمدی بطور اچھے مسلمان ہیں۔ میری تقریر کو Mr.Kanakomo (نمائیدہ ٹیلی ویژن) فرنچ زبان میں ساتھ ساتھ Translate کرتا جاتا اور لوگ اپنے اپنے انداز میں دلچسپی سے سنتے رہے۔

پروگرام کے آخر میں جناب شاہد عزیز صاحب نے اپنے اور غیر احمدیوں کے عقائد پیش کیے اور سامعین سے سوالیہ انداز سے پوچھتے رہے کہ کیا جو میں عقائد بیان کر رہا ہوں وہ اسلام سے الگ نظر آتے ہیں تو تمام سامعین نامیں جواب دیتے رہے اور کہتے تھے کہ آپ نے جو عقائد بیان کیے ہیں وہ تمام کے تمام قرآن وحدیث کے مطابق ہیں۔

پھر شاہد عزیز صاحب نے بیعت کی اہمیت پر تقریر کی اور انہوں نے اپنے اور میرے آنے کا مقصد بتایا کہ ہم آئیوری کوسٹ میں کیوں آئے ہیں۔

جناب شاہد عزیز صاحب دس شرائط بیعت کی شرائط پڑھ رہے تھے تو Mr.Kanakomo ان کو Translate کرتا جاتا تھا اور شاہد عزیز صاحب اپنے انداز میں لوگوں سے پوچھتے تھے یہ جو شرط یا شق پڑھی گئی ہے اس میں اگر آپ لوگ سوچتے ہیں کہ اسلام سے ہٹ کر کوئی بات ہے تو بتائیں۔ تو ہال سے آوازیں آتی کہ نہیں یہ تو اسلام کی تعلیم ہے۔ پس پھر شاہد عزیز صاحب نے جماعت بنانے اور اس کا ساتھ دینے اور دین اسلام کی خدمت بذریعہ "احمدیہ انجمن لاہور" کے ساتھ وابسطہ رہنے سے منسلک کر دی۔ اور پھر بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اور تقریبا 20 افراد نے جناب شاہد عزیز کے ہاتھ پر بیعت کی اور جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ منسلک رہنے کا عزم کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس عزم میں کامیاب کرے آمین!

آسمانِ زہد وتقویٰ کا ایک روشن ستارہ حضرت ابوذر غفاریؓ

مصفیٰ انس حمید (راولپنڈی)

عرب سے شام کے راستے میں ''ودان'' نام کی ایک بستی میں قبیلہ غفار بھی رہتا تھا۔ عرب کے تاجر ملک شام یا اس طرف کے دوسرے ممالک میں تجارت کے لئے جاتے تو راستے میں ''ودان'' ضرور قیام کرتے ۔ اسی وجہ سے اُس علاقے میں اُس بستی کو خاص اہمیت دی جاتی تھی۔ یہاں کے رہنے والے لوگوں کا اصل روزگار بھی عرب کے انہی قافلوں کے آنے جانے سے بندھا تھا۔ کبھی ان کے قافلوں کے آنے جانے میں دیر ہوجاتی یا عرب تاجر یہاں خرچ کرنے سے گریز کرتے تو یہاں کے لوگ لوٹ مار شروع کر دیتے اور جو چیز ہاتھ لگتی اسے اپنے قبضہ میں کر لیتے تھے۔ یہاں کے لوگ بھی اس زمانے کے باقی لوگوں کی طرح بت پرستی کی لعنت میں مبتلا تھے جندب بن جنادہ جن کی کنیت ابوذر تھی کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا لیکن انہیں بتوں اور بت پرستی سے سخت نفرت تھی۔ آپؓ اس وقت بھی اپنے قبیلے میں اپنی دور اندیشی اور دانشمندی کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کو اس وقت بھی اس بات کا شدید احساس تھا کہ اہل عرب عقیدہ کی خرابی میں مبتلا ہیں اور اسی وجہ سے آپؓ اس نئے نبیؐ کے انتظار میں تھے جس کے متعلق آپؓ علماء سے سنتے رہتے تھے کہ ایک نئے نبیؐ کا ظہور ہونے والا ہے جو لوگوں میں نیکی کا شعور پیدا کر کے انہیں گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف لائے گا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کو جب پتہ چلا کہ مکہ معظّمہ میں ایک مبارک ہستی نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا ہے تو آپؓ نے اپنے بھائی انیسؓ سے کہا کہ آپ مکہ معظّمہ جا کر ذرا پتہ تو کریں کہ جنہوں نے نبوت کا اعلان فرمایا ہے وہ لوگوں کو کس بات کی دعوت دے رہے ہیں۔ حضرت انیسؓ مکہ معظّمہ پہنچ کر سیدھا نبی اکرمؐ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور حضور اکرمؐ کی مبارک مجلس میں بیٹھ کر تمام حالات کا جائزہ لیا، حضور اکرمؐ کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کی باتیں سنیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے کفار کے مسلمانوں پر شدید مظالم کو بھی نوٹ کیا اور واپس لوٹ آئے۔ جب حضرت انیسؓ واپس اپنی بستی میں پہنچے تو حضرت ابوذر غفاریؓ کو شدید انتظار میں پایا۔ حضرت انیسؓ نے اپنے بھائی کو وہاں کے سارے حالات کہہ سنائے کہ خدا کی قسم میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ تو لوگوں کو اچھے اخلاق کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ آپؐ کی مبارک گفتگو اس قدر پرتاثیر ہوتی ہے کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے پوچھا کہ وہاں کے لوگوں کی نئے نبیؐ کے متعلق کیا رائے ہے؟ حضرت انیسؓ نے بتایا کہ جو لوگ اُن پر ایمان نہیں لائے وہ انہیں جادوگر، نجومی اور شاعر کہتے ہیں حالانکہ اُن کی گفتگو انتہائی مربوط ہوتی ہے اور اس پر شعر گوئی کا اطلاق بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر حضرت ابوذر غفاریؓ نے بھائی سے کہا کہ میں خود جا کر سارے حالات دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ چند دن میرے اہل وعیال کا خیال رکھیں اس پر حضرت انیسؓ نے بھائی کو کفار کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا بتایا اور محتاط رہنے کا مشورہ دیا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے پانی کا ایک چھوٹا سا مشکیزہ اور کچھ کھانے کا سامان لیا اور پیدل ہی مکہ معظّمہ کی طرف چل پڑے۔ مکہ معظّمہ پہنچ کر آپؓ نے سارا دن حالات کا جائزہ لیا کہ جو شخص بھی نبی اکرمؐ کے متعلق پوچھتا ہے یا ان کی ذات میں دلچسپی لیتا ہے۔ کفار اس شخص کے جانی دشمن بن جاتے ہیں۔ آپؓ سارا دن وہیں خانہ کعبہ کے آس پاس رہے لیکن کسی سے حضور اکرمؐ کے متعلق پوچھ نہ پائے کہ کسی کو وہاں جانتے ہی نہ تھے۔ حتیٰ کہ کھانا ختم ہو چکا تھا اور آپؓ کا زم زم پر گزارا تھا۔ رات ہوئی تو حضرت علیؓ کی حضرت ابوذر غفاریؓ پر نظر

پڑی۔ مسافر جان کر اس زمانے کے رواج کے مطابق اپنے ساتھ گھر چلنے کی دعوت دی۔ وہاں انہیں کھانا کھلایا اور بستر دیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے بڑے آرام سے رات بسر کی لیکن نہ ہی حضرت علیؓ نے مکہ معظّمہ آپؓ کی آمد کا مقصد پوچھا اور نہ ہی حضرت ابوذر غفاریؓ نے کچھ بتایا۔ اگلی صبح حضرت ابوذر غفاریؓ پھر خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور سارا دن آب زم زم پی کر گزارا کیا لیکن کسی سے حضور اکرمؐ کے متعلق نہ پوچھ سکے۔ رات ہوئی تو حضرت علیؓ نے آپؓ کو دیکھا اور سوچا کہ اس مسافر کا شاید کام نہیں ہوسکا اُن کو پھر گھر لے گئے۔ کھانا کھلایا۔ اور بستر دیا۔ اگلی صبح حضرت ابوذر غفاریؓ پھر سے جا کر خانہ کعبہ کے پاس بیٹھ گئے لیکن کسی سے نبی اکرمؐ کے متعلق نہ پوچھ پائے کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ کفار کا رویہ مسلمانوں کے لئے بیحد ظالمانہ ہے۔ اسی طرح سارا دن صرف آب زم زم پی کر گزار دیا۔ رات ہوئی تو پھر حضرت علیؓ مہمان کو گھر لے گئے اور کھانا کھلایا اور مکہ معظّمہ میں آنے کا مقصد پوچھا۔ اس پر حضرت ابوذر غفاریؓ فرمانے لگے کہ اگر آپؓ وعدہ کریں کہ میری صحیح راہنمائی کریں گے تو میں آپؓ کو اپنے دل کی بات بتائے دیتا ہوں۔ حضرت علیؓ کے وعدہ کرنے پر انہوں نے بتایا کہ میں پیدل اتنی دور سفر کر کے صرف اس ہستی مبارک کی زیارت کے لئے آیا ہوں جنہوں نے نبوت کا اعلان فرمایا ہے۔ میں اپنے کانوں سے اُن کی مبارک باتیں سننا چاہتا ہوں۔ حضرت علیؓ کو جب حضرت ابوذر غفاریؓ کی مکہ معظّمہ آمد کی وجہ معلوم ہوئی تو بے حد خوش ہوئے ۔ حضرت علیؓ نے انہیں بتایا کہ اللہ کی قسم! حضور اکرمؐ اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں، پھر حضرت علیؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو حضور اکرمؐ کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کیں اور ساتھ میں فرمایا کہ کل صبح آپؓ میرے پیچھے پیچھے چلتے آئیں۔ اگر میں نے راستے میں کہیں خطرہ محسوس کیا تو میں رُک جاؤں گا لیکن آپؓ چلتے رہیں جب میں کسی گھر میں داخل ہو جاؤں تو آپ بھی میرے پیچھے پیچھے اندر آ جائیں۔

اگلی صبح طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت علیؓ اس گھر کی طرف روانہ ہوئے جہاں حضور اکرمؐ تشریف رکھتے تھے۔ پیچھے پیچھے حضرت ابوذر غفاریؓ بہت محتاط انداز سے چلے آرہے تھے۔ منزل پر پہنچ کر حضرت علیؓ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور پیچھے پیچھے حضرت ابوذر غفاریؓ بھی گھر کے اندر تشریف لے آئے، اندر آتے ہی حضور اکرمؐ پر نگاہ پڑی تو بے اختیار فرمایا:

السلام علیک یا رسول اللہ"

حضورؐ نے جواباً ارشاد فرمایا:

وعلیک السلام اللہ ورحمتہ وبرکاتہ'

یوں تاریخ اسلام میں حضرت ابوذر غفاریؓ کو سب سے پہلے حضور اکرمؐ کو اس طرح سلام کرنے کا اور ان الفاظ میں سلام کرنے کا شرف حاصل ہوا اور پھر سلام کا یہی طریقہ مسلمانوں میں رائج ہوگیا۔ رسول اللہؐ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو اسلام کی دعوت دی اور چند آیات مبارکہ پڑھ کر سنائیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ آپؓ چوتھے یا پانچویں صحابی ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی۔

اس کے بعد حضرت ابوذر غفاریؓ چند دن تک حضور اکرمؐ کی خدمت اقدس ہی میں رہے اور نبی اکرمؐ سے اسلام کے بنیادی مسائل اور قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ ایک دن حضور اکرمؐ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو فرمایا کہ ابھی یہاں اپنے مسلمان ہونے کا کسی کو نہ بتانا، مجھے اندیشہ ہے کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ آپؓ مسلمان ہوگئے ہیں تو کہیں کوئی آپؓ کو اس جرم کی پاداش میں قتل ہی نہ کر دے۔ اس پر حضرت ابوذر غفاریؓ نے خدمت عالی میں عرض کی کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، دل چاہتا ہے کہ مکہ معظّمہ سے جانے سے پہلے ایک دفعہ ان کفار کے سامنے کلمہ حق پڑھ کر جاؤں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے جوش وجذبات دیکھ کر نبی اکرمؐ خاموش ہوگئے۔

حضور اکرمؐ کی خاموشی کو اجازت جان کر ایک روز حضرت ابوذر غفاریؓ خانہ کعبہ کی طرف گئے۔ وہاں کچھ لوگ بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے باآواز بلند فرمایا:

"اے خاندان قریش! میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں۔ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

ابھی حضرت ابوذر غفاریؓ کے الفاظ اُن بیٹھے ہوئے لوگوں کے کانوں سے ٹکرائے ہوں گے کہ وہ لوگ غصے میں حضرت ابوذر غفاریؓ پر ٹوٹ پڑے اور قریب تھا کہ مار مار کر آپؓ کو جان ہی سے مار دیتے کہ حضور اکرمؐ کے چچا حضرت عباسؓ (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) اُٹھے اور کفار اور حضرت ابوذر غفاریؓ کے درمیان آکر بولے کہ عقل کے اندھو! کیا تباہی تمہارا مقدر بن گئی ہے؟ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو قبیلہ غفار سے تعلق رکھتا ہے؟ یہ سن کر وہ لوگ آپؓ کو مارنے سے رُک گئے۔ جب حضرت ابوذر غفاریؓ کو ہوش آیا اور آپؓ زخموں سے نڈھال حالت میں حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اکرمؐ ان کی یہ حالت دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے آپؓ کو ابھی اسلام کا اعلان کرنے سے روکا نہیں تھا؟ پھر حضور اکرمؐ نے انہیں حکم دیا کہ اب آپؓ اپنی قوم کے پاس واپس چلے جائیں۔ یہاں جو سنا اور دیکھا انہیں جا کر بتائیں۔ انہیں اسلام کی دعوت دیں، شاید آپؓ کے ذریعہ انہیں فائدہ ہو اور ان کی کایا پلٹ جائے اور آپؓ کو اللہ تعالیٰ اجر وثواب عطا فرمائیں۔ جب آپؓ کو یہ خبر ملے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے غلبہ حاصل ہوگیا ہے تو سیدھے میرے پاس چلے آنا۔ حضور اکرمؐ کے حکم کی تعمیل میں حضرت ابوذر غفاریؓ واپس اپنی بستی میں پہنچے تو سب سے پہلے آپؓ کو آپ کے بھائی حضرت انیسؓ ملے۔ انہوں نے آپؓ سے سفر کا حال جاننا چاہا تو آپؓ نے انہیں بتایا کہ میں تو مسلمان ہو چکا ہوں۔ وہاں گیا تو رسول اکرمؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ کی رسالت کو تسلیم کیا اور آپؐ سے اسلام کی بنیادی تعلیمات حاصل کیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کی باتوں سے متاثر ہو کر اُن کے بھائی حضرت انیسؓ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ پھر دونوں بھائی اپنی والدہ کے پاس آئے اور ان کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کیں اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ بھی فوراً اسلام قبول کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی نعمت سے سرفراز ہوگئیں۔ اسی روز سے یہ صالح مومن گھرانہ قبیلہ غفار کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں دل وجان سے مصروف ہوگیا۔ ان کی دعوت سے متاثر ہو کر قبیلہ غفار کے بہت سے لوگ اسلام کے دائرے میں داخل ہوگئے۔ چند افراد جو رہ گئے تھے وہ بھی نبی اکرمؐ کے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے ساتھ ہی مسلمان ہوگئے۔ نبی اکرمؐ نے دعا فرمائی کہ قبیلہ غفار کے بنو اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ مکہ معظمہ سے واپس آنے کے بعد اپنی بستی ہی میں مقیم رہے اور یہاں دین اسلام کی تبلیغ میں اپنے دن رات بسر کرتے رہے۔ جب غزوہ بدر، غزوہ اُحد اور غزوہ خندق کے واقعات ہوئے تو آپؓ ابھی اپنی بستی ہی میں مقیم تھے۔ جب حضرت ابوذر غفاریؓ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو یہ تینوں غزوات ہو چکے تھے۔ آپؓ سیدھے نبی اکرمؐ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لئے وہیں کے ہو رہے۔ آپؓ ہر وقت آپؐ کی خدمت میں مصروف رہتے۔ یہ سعادت اور خوش قسمتی وافر مقدار میں حضرت ابوذر غفاریؓ کے حصہ میں آئی۔ آپؐ حضرت ابوذر غفاریؓ کے ساتھ بہت شفقت فرماتے، وقت ملاقات مصافحہ فرماتے اور خوشی کا اظہار کرتے۔

حضور اکرمؐ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرت ابوذر غفاریؓ بیحد بے چین رہنے لگے۔ آقائے نامدار حضور اکرمؐ کے بغیر آپؓ سے وہاں رہنا مشکل ہوگیا تو آپؓ شام تشریف لے گئے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں دمشق کی طرف تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عثمان غنیؓ نے آپؓ کو مدینہ منورہ واپس بلا لیا، اور حضرت عثمانؓ ہی کے مشورہ سے آپ مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی ''ربزہ'' منتقل ہوگئے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ آخرت کی طرف بے حد متوجہ رہتے اور اپنے ہر کام میں آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے تھے۔

آسمان زہد وتقویٰ کا یہ روشن ستارہ 32ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جاملا۔

حضور اکرمؐ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''ارض وسماء نے آج تک ابوذرؓ سے بڑھ کر کوئی صادقِ دل نہ دیکھا ہوگا''۔

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ اکتوبر 2019ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

حضرت نوحؑ کی کشتی کے بارے میں فلم

اپنے استاد کے ہمراہ بچوں کے ایک وفد نے کشتیِ نوح کے بارے میں فلم کے سلسلہ میں بچوں کو زیادہ تفصیل سے واقف کروانے کے لئے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ طلباء اس موضوع کے بارے میں قرآن پاک کی تعلیمات میں دلچسپی رکھتے تھے۔ انہیں عنوان سے متعلق مختلف آیات دکھائی گئیں۔ بعد ازاں تمام طلباء کو قرآن مجید میں انبیاء کے واقعات پر مبنی جرمن زبان میں ایک کتابچہ پیش کیا گیا۔ انبیاء کے واقعات پر مشتمل یہ کتابچہ جناب مولانا محمد یحیٰی بٹ صاحب کی تحریر ہے جنہوں نے 30 سال سے زائد کا عرصہ بحیثیت امام جامع برلن مشن میں خدمات سرانجام دیں۔

اوپن ڈے

3 اکتوبر۔ مشرقی اور مغربی جرمنی کے اتحاد کو منانے کے لئے 3 اکتوبر کو عام تعطیل منائی جاتی ہے۔ اس دن مساجد کو اوپن ڈے کے طور پر کھولا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک ہی روز میں 100 سے زائد افراد کو برلن مسجد کی تاریخ اور کارکردگی کے بارے میں پریذنٹیشن پیش کی گئی۔ اور سوال و جواب کے سیشن کا بھی انعقاد ہوا۔ دلچسپی رکھنے والے زائرین کو جرمن اور انگریزی زبان میں قرآن مجید کے نسخے پیش کیے گئے۔ امام جامع برلن، سرینام سے محترمہ خالدہ عبداللہ اور محترمہ سبینہ یاسر کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس پروگرام کو کامیابی کے ساتھ ترتیب دینے میں منتظمین کی مدد کی۔

بابا گرونانک جی کی 550ویں سالگرہ کی تقریب

6 اکتوبر۔ برلن میں سکھ برادری نے برلن میں ہندوستانی سفارتخانے کے تعاون سے سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک جی کی 550ویں ولادت کا جشن منایا۔ امام مسجد برلن عامر عزیز صاحب نے مسلمانوں کی نمائندگی کی اور گرو جی کی زندگی اور تعلیمات کے متعلق تقریر کی۔ شرکاء کی جانب سے اس کی از حد پذیرائی کی گئی۔ بعد ازاں ہندوستانی سفارتخانے کے عہدہ داران نے مقررین کو تحائف کے طور پر کتب پیش کیں۔ پروگرام میں 500 سے زائد افراد شریک ہوئے۔

رومن کیتھولک اکیڈمی کے ایوارڈ

11 اکتوبر۔ برلن میں رومن کیتھولک اکیڈمی نے آسیسی کے فرانسس میں 800 سالہ پرامن کاموں کی یاد میں ایک پروگرام کا اہتمام کیا۔ جس نے اس وقت سلطان کامل محمد سے ملنے کے لئے مصر کا سفر کیا تاکہ وہ صلیبی جنگ روکنے اور دشمنی کو ختم کرنے پر ان کو راضی کرے۔ بین المذاہب ہم آہنگی کے اس عظیم واقعہ کی یاد میں خصوصی ڈاک ٹکٹ چھاپے گئے اور بین المذاہب افہام و تفہیم میں سرگرم مذہبی رہنماؤں کو کتابوں کا خصوصی تحفہ پیش کیا گیا۔ اس موقع پر امام برلن مسجد عامر عزیز صاحب کو بھی ایوارڈ سے نوازا گیا۔

کتاب کی تقریبِ رونمائی

19 اکتوبر۔ محترمہ عشرت مومن سیما برلن کی ہمبرٹ یونیورسٹی میں اُردو

زبان کی پروفیسر ہیں اُردو انجمن کی جانب سے برلن میں محترمہ عشرت کی شاعری کی کتاب کی رونمائی کے لئے ایک پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ اس خصوصی موقع پر امام برلن مسجد جناب عامر عزیز صاحب کو بھی مصنفہ کی جانب سے کتاب پیش کی گئی۔ محترم عامر عزیز صاحب نے اس موقع پر اپنی تازہ نظم بھی پیش کی۔

جاپان سے Ph.D سکالر کا دورہ

26 اکتوبر۔ ایک جاپانی سکالر محترمہ اوٹی موچیزو نے جامع برلن کا دورہ کیا اور نمازِ جمعہ میں شرکت بھی کی۔ بعدازاں انہوں نے 2 گھنٹہ مسجد میں قیام کیا اور شام کے مہاجرین سے تفصیلی گفتگو کی، محترمہ شام کے مہاجرین کے مسائل پر ایک مقالہ لکھ رہی ہیں۔

مشاعرہ اور کتاب کا تعارف

26 اکتوبر۔ اسی شام بزمِ ادب برلن کی جانب سے ایک مشاعرہ کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ اس ادبی پروگرام میں شرکت کے لئے برلن مسجد کے امام محترم عامر عزیز صاحب کو بھی مدعو کیا گیا۔ عامر صاحب نے اس موقع پر اپنی نظم بھی پیش کی جس کو از حد سراہا گیا۔ بعدازاں ایک شہرۂ آفاق ہندوستانی مصنف رحمٰن عباس کے ناول کا بھی تعارف کرایا گیا۔ اس ناول کا جرمن زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

ہالینڈ جماعت کے ممبران کا دورہ برلن

24-26 اکتوبر۔ ہالینڈ جماعت کے ممبران کے چند خاندان برلین کے دورے کے دوران جامع برلن بھی تشریف لائے۔ اور 2 روز روزانہ کی نمازوں کے علاوہ بالخصوص جمعہ کی نماز میں شرکت بھی کی۔ یہ ایک خوش آئند بات ہے کہ ہالینڈ سے تعلق رکھنے والے ممبران جماعت جامع برلین کی سرگرمیوں میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور ہمہ وقت جامع کی مرمت اور دیگر اہم مواقع پر تشریف لاتے ہیں۔

☆☆☆☆

آؤ مل کر دین کی خدمت کریں

مرتضیٰ خان حسن مرحوم و مغفور

آؤ مل کر دین کی خدمت کریں
داروئے دردِ دلِ ملّت کریں
گریہ وُ زاری کریں ہم پیشِ حق
اور سوالِ وسعت و رفعت کریں
روشنی قرآن سے حاصل کریں
اور طلب اللہ سے نصرت کریں
دُنیا پہ رکھیں مقدم دین کو
نذرِ دیں ہم مال اور دولت کریں
غِل و غش سے پاک رکھیں اپنے دل
خادمانِ دیں کی ہم عزت کریں
ہو محبت اور پیار اپنا شعار
قوم کے ہر فرد سے اُلفت کریں
آؤ اُٹھیں لے کے ہم نامِ خدا
اور حاصل عظمت و شوکت کریں
فرض ہے ہم پر بحکم میرزا
جلسہ سالانہ میں شرکت کریں
مشکلیں گو لاکھ ہوں اس راہ میں
دِل شکستہ ہوں نہ ہم ہمت کریں

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

تزئین و آرائش سے پہلے اس کا ایک منظر

جرمنی میں تعمیر کی جانے والی پہلی مسجد جو 1924ء میں جماعت احمدیہ لاہور نے تعمیر کی۔

اس مسجد کی صد سالہ تقریبات 2024ء میں بڑی شان و شوکت سے منائی جائیں گی۔ انشاء اللہ
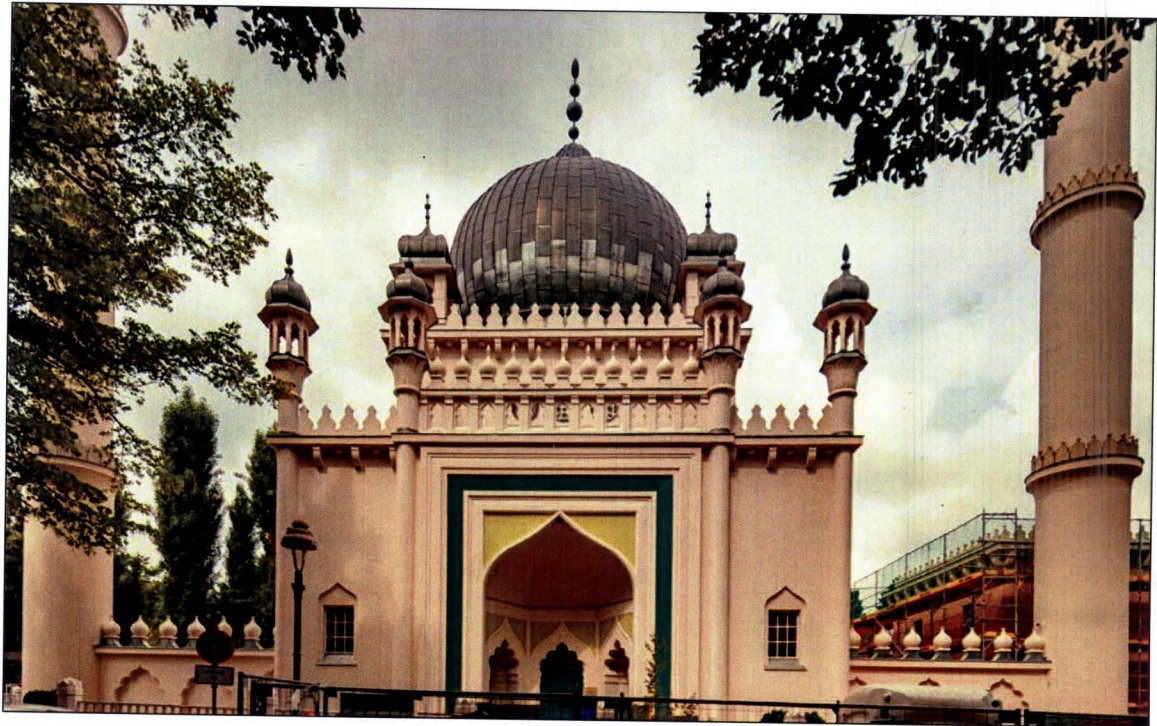
تزئین و آرائش کے بعد اس کا ایک دلکش منظر